THE SENATE OF PAKISTAN DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, March 21, 1995

(55th Session)

Volume I No. 9
(Nos. 1 —9)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran	1
2.	Leave of Absence	12—17
3.	Further discussion on the President's Address	17—63

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, March 21, 1995

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty five minutes after ten in the morning with Mr. Deputy Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل اغیر الله ایفی ربا وھوا رب کل مشئی ولا تکسب کل نفس
الا علیا ولا ترر وازرة اخری ثم الی ربکم مر جعکم فینبکم
بما کنتم فیه تختلفون

ترجمہ: کہو کیا میں خدا کے سوا اور پروردگار تلاش کروں اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کوئی (برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جزاک اللہ۔ جی جناب حافظ صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ حسین احمد۔ شکریہ جناب چیئرمین! جناب میں ایک اہم واقعہ کی طرف با امر

مجبوری آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ صوبہ بلوچستان پر گزشتہ 48 سال سے ہر دور میں تمام حکومتوں کی خصوصی عنایات رہی ہیں۔ اور موجودہ حکومت کے دور میں ایک عجیب صورتحال ہے کہ کوئٹہ شہر میں باقاعدہ طور پر (آپ بھی بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں) قلعہ کانسی کو گھیرے میں لیا گیا شہر کے اندر رینجرز اور فورسز نے بغیر اطلاع بغیر وارنٹ کے مکانات کی تلاشی لی۔ اسی طرح تربت میں جو کچھ ہو رہا ہے اب کل یہاں سے C130 کے ذریعے باقاعدہ ایک امریکی ادارے کے افسر کو اور پاکستانی افسران خفیہ طور پر بلوچستان لے گئے۔ انہوں نے وہاں شبخون مارا اور وہاں سے دو افراد کو گرفتار کیا اور خصوصی انتظامات کے تحت کوئٹہ ایئرپورٹ پر لا کر اسی C130 کے ذریعے انہیں اسلام آباد پہنچایا گیا۔ یہاں بغیر نمبر پلیٹ گاڑیوں میں انہیں ڈال کر امریکی سفارت خانہ لے جایا گیا۔ جناب چیئرمین! آخر کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟ بلوچستان اسلام آباد کی نو آبادیاتی کالونی نہیں ہے وہ پاکستان کا حصہ ہے وہ ایک اہم صوبہ ہے اور کیا پاکستان کی حکومت اتنی بے بس ہے کہ وہ امریکی سامراج کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ ہمیں بتایا جائے آخر وہ کون سے افراد ہیں کیا یہاں کوئی قانون نہیں ہے کوئی ادارہ نہیں ہے؟ جو مفاد امریکہ کا ہے اگر اس کے مطابق یہاں کام ہوتا رہا تو یہ درست نہیں ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ یہ افراد کون ہیں؟ ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ رمزی یوسف نے محترمہ بے نظیر بھٹو پر قاتلانہ حملہ کیا تھا' اگر یہ بات واقعی صحیح ہے اور جس طرح سے محترمہ نے کہا ہے تو اس کے خلاف FIR کیوں نہیں کاٹی گئی ہے؟ اس کے خلاف مقدمہ کیوں نہیں چلایا گیا؟ اس سازش کے پس پردہ عوامل کو بے نقاب کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کا شناختی کارڈ کس نے بنایا؟ اس شخص کو یہاں سے اٹھا کر امریکہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اب اگر کل بلوچستان میں کسی بھی شخصیت کو پکڑا جائے اور اس کے خلاف FIR کاٹے بغیر اسے امریکہ بھیجا جائے تو جناب چیئرمین! یہ کہاں کا انصاف ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ حافظ صاحب! میرا خیال ہے کہ وزیر داخلہ صاحب یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب والا! میری بات بھی سن لی جائے اور اس کے بعد دوسری طرف سے جواب آئے تو بہتر ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی فرمائیے۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ جو افراد وہاں سے اٹھائے گئے ہیں' ان میں سے ایک کا نام عبدالغنی اور دوسرے کا نام عادل کانسی ہے۔ ان دونوں افراد کو کل رات یہاں لایا جو افراد ان کو لائے ہیں' ان میں سے ایک کانام چوہدری حنیف ہے جوکہ ایف آئی اے میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہے اور باقی امریکی افسران ہیں۔ یہ افراد ان کو وہاں سے C-130 ہوائی جہاز میں' جیسے کہ حافظ صاحب نے ابھی فرمایا ہے' لے کر آئے ہیں۔ جناب والا! جو بات نوٹ کرنے کی ہے' وہ یہ ہے کہ اس ملک میں' جہاں پاکستان کا قانون رائج ہے' وہاں امریکی اس طرح operate کر رہے ہیں' اس انداز میں move کر رہے ہیں کہ جس پر چاہتے ہیں' ہاتھ ڈال لیتے ہیں' جس کو چاہتے ہیں' پکڑ کر جہاز میں لے آتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں پکڑنے کے بعد امریکہ transport کر دیتے ہیں۔ میں حافظ صاحب کی بات میں بات ملاتے ہوئے صرف یہ عرض کروں گا کہ جو دو بندے وہاں سے پکڑ کر لائے گئے ہیں' یہ ابھی اسلام آباد میں ہیں۔ ان کے نام میں نے ابھی یہاں بتائے ہیں۔ امریکہ کی پوری ٹیم یہاں موجود ہے۔ جناب والا! یہ کس قانون کے تحت ہو رہا ہے؟ یہ کون سا قانون ہے؟

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی اس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

بیرسٹر کمال اظفر۔ ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب محمد ابراہیم خان ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ابراہیم صاحب۔

جناب محمد ابراہیم خان ۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہمارے شہریوں کو امریکہ drug trafficking کے سلسلے میں بھیجا گیا ہے اور میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے ملک میں عدالتیں ہیں' تحقیقاتی ادارے ہیں'

تفتیشی ادارے موجود ہیں' all of a sudden اپنے کسی شہری کو پکڑ کر امریکیوں کے حوالہ کرنا' درست نہیں ہے۔ ابھی تک کسی کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ کیا ہمارے اور ان کے درمیان اس قسم کا کوئی معاہدہ ہے یا نہیں ہے؟ اگر دہشت گرد کی بات آتی ہے تو میرے خیال میں سب سے بڑا دہشت گرد خود امریکہ ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ کی طرف سے بات ہوگئی ہے۔

جناب محمد ابراہیم خان۔ جناب والا! میں اس موضوع پر ضرور بات کرنا چاہوں گا کیونکہ یہ کوئی ایسا موضوع نہیں ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کیا ہمیں بھی اس بات کا حق ہے کہ اگر کسی امریکی شہری کو کے بارے میں سمجھیں کہ وہ مجرم ہے تو اسے اپنے ملک میں منگوا سکیں؟ میری نظر میں امریکی قوم دہشت گرد ہے۔ دنیا میں سب سے بڑی دہشت گرد قوم امریکی ہے۔ اس نے عراق کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے لیبیا کے ساتھ کیا کیا؟ اب ایران کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ اس کے بعد کن کن قوموں کی باری ہے؟ انہوں نے پانامہ میں کیا کیا؟ ہیٹی میں کیا کیا؟ جناب والا! اس سے بڑی دہشت گرد قوم اور کون سی ہو سکتی ہے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے بھی cases ہوئے ہیں کہ ہم نے تو کچھ افراد کو امریکہ کے حوالے کر دیا اور وہاں کی عدالتوں نے انہیں بری کر دیا ہے اور پھر ان کو واپس لایا گیا ہے۔ اگر یہ لوگ مجرم نہیں تھے تو ان کو امریکہ کے حوالے کیوں کیا گیا تھا؟ پہلے تو خود یہ تحقیق کریں گے کہ کیا یہ مجرم ہیں۔ ہم کسی سمگلر یا drug trafficker کی سفارش نہیں کرتے ہیں لیکن ضرورت اس بات ہے کہ پہلے اس پر اپنے ملک میں مقدمہ چلایا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ وہ مجرم ہے۔ اگر وہ ہمارے ملک کا مجرم ہے تو یہ سزا دیں اور ان کا مجرم ہے تو ان کے حوالے کر دیں لیکن یہ اسی صورت میں ہو کہ اگر ایسا کرنے کا دونوں ملکوں کے درمیاں کوئی معاہدہ ہو۔ یہ جو ہو رہا ہے یہ یک طرفہ طور پر ہو رہا ہے' یہ ہماری قوم کی رسوائی کا معاملہ ہے' قانون کی توہین کا مسئلہ ہے' ہماری sovereignty کا مسئلہ ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر داخلہ صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ اس لئے وزیر قانون سے گزارش ہے کہ وہ اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

بیرسٹر کمال اظفر ۔ جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وزیر قانون صاحب، میرے بعد ارشاد فرمالیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ارشاد فرمائیں۔

بیرسٹر کمال اظفر ۔ جناب چیئرمین! جب کبھی کسی دہشت گرد پر ہاتھ رکھا جاتا ہے تو سینیٹر صاحبان جو ہیں ان کے دفاع کے لئے یہاں کھڑے ہو جاتے ہیں اور واویلا مچاتے ہیں ۔ عامل کانسی ایک بہت بدنام زمانہ مشہور پی آئی اے نے ---------

حافظ حسین احمد ۔ آپ یہ الفاظ واپس لیں۔

(مداخلت)

بیرسٹر کمال اظفر ۔ چونکہ آپ نے یہ کہا ہے میں واپس نہیں لوں گا-----

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ آپ سنیئے تو سہی --- ایک ایک اور باری باری بولیں ۔ سب کھڑے ہوگئے ہیں ۔ آپ مجھ سے بات کریں ۔حافظ صاحب -----

حافظ حسین احمد ۔ آپ کس طرح کے وکیل ہیں، آپ امریکہ کے وکیل ہیں ---- نہیں جی یہ اپنے الفاظ واپس لے لیں ۔ ہم کسی دہشت گرد کے وکیل نہیں ہیں ۔ ہم بلوچستان کے عوام کی وکالت کرتے ہیں ۔ بات کیا کررہے ہیں؟ بات غلط کررہے ہیں۔ -- یہ سمگلر ان کے میزبان بنے ہوئے ہیں ہمارا منہ نہ کھلوائیں آپ۔

بیرسٹر کمال اظفر۔ نہیں جی آپ منہ کھولیں جی ---

حافظ حسین احمد ۔ آپ ثابت کریں اس فلور پہ کہ اگر ایک پیسہ بھی کسی سے لیا ہے۔ آپ قانون کے تحت وہاں ایف آئی آر درج کرائیں ۔ وہاں تھانے موجود ہیں ان میں درج کرائیں ۔ امریکی سامراج کی پالیسی یہاں نافذ نہیں ہونے دیں گے ۔

بیرسٹر کمال اظفر۔ نہیں جی، میں نے نہیں کہا کہ آپ نے کسی سمگلر سے پیسے لئے ہیں ----

(مداخلت)

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب چیئرمین! میری عرض یہ ہے کہ لفظ واویلا کہا گیا ہے ------

بیرسٹر کمال اظفر۔ ایمل کانسی کے بارے میں کہا گیا ہے ------ عامل کانسی نے وہاں پر چار آدمیوں کو قتل کیا------

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی راجہ ظفرالحق صاحب کو سن لیں جی۔ جی راجہ صاحب۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئرمین! ایک تو یہ طریقہ ہونا چاہئیے کہ اگر کوئی رکن کھڑے ہو کر بولنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے چیئر سے اجازت لے۔ پھر اس کا مائیک کھولا جائے جائے۔ یہ جو یک وقت بہت سارا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو اس سے ایوان کا تقدس باقی نہیں رہتا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ یہاں یہ فیصلہ نہیں ہونا کہ عامل کانسی مجرم ہے یا نہیں ہے۔ وہ مجرم ہے یا نہیں ہے۔ صرف حافظ صاحب نے اور باقی حضرات نے یہ کہا ہے کہ جو طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے وہ پاکستان کے آئین کے قوانین کے مطابق نہیں ہے۔ اور اس کے مقاصد بھی کوئی قومی نہیں لگتے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ اس پر ردعمل کا اظہار یہ کرنا اور پھر میرے پڑھے لکھے دوست جناب کمال اظفر صاحب ہیں ان کو بھی بات کرتے وقت تھوڑا سا لحاظ رکھتے ہوئے اور اس بات کا اندازہ ضرور ہو جانا چاہیئے کہ یہ ایسے معاملات ہیں کہ جس میں بجائے کسی دوسرے ملک کی وکالت کرنے کے، ہمیں سب سے پہلے اپنے ملک کی وکالت کرنی چاہئیے۔ اپنے شہریوں کا تقدس، ان کی حفاظت کی ذمہ داری سینیٹرز پر ہونی چاہئیے۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ باری باری اس پر بات کریں لیکن کسی طریقے سے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ صحیح ہے شکریہ۔ جی جناب، کمال اظفر صاحب۔

Barrister. Kamal Azfar: I was saying that Ramzi Yousuf, it is not proved, it is not established that he is a Pakistani national. About the identity of Ramzi Yousuf there is serious doubt infact the evidence is that he is probably the

national of some other country who was here as an international terrorist, well known and he was taking refuge here. He was operating under false passports and he did make an attack on the Prime Minister of Pakistan. It is not a question whether Prime Minister of Pakistan is Mohtarma Benazir Bhutto or Mian Nawaz Sharif but if a person of that calibre or nature is here who can attack our personalities, who can create such situations, who can indulge in assassinations, then perhaps we should ask ourselves whether we should not take a dispassionate and non-partisan view on this. As far as, Aamil Kansi is concerned he is not involved in smuggling. The accusation against him is that he killed four people in Washington. It was front page news in Washington Post. As far as Kamal Azfar is concerned, I am not a paid agent for anything, all my accounts are open, my books are clean. Hafiz Hussain Ahmed Sahib, Aftab Ahmed Sheikh Sahib are welcome to come and look if I am somebody else's agent. I am proud to be an agent of Pakistan. I will live and die in Pakistan. I am among those people who could have worked with the World Bank. Who had offers to work in World Bank. I have offers to work at other places.

We came back here to take part in the fight against poverty, to take part in the fight against dictatorship. The fact is that for the sake of our involvement in the Afghan War we have been paid unfairly by the United States. What did we get as a result, we have got the Pressler's amendment, which is unfair and discriminatory and that Afghan War------

جناب ڈپٹی چیئرمین - جی جناب ڈاکٹر عبدالحئی صاحب -

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ- جناب چیئرمین! پاکستان ایک آزاد اور خودمختار ملک ہے۔ اس کا اپنا ایک دستور ہے ، آئین ہے ، اس کی اپنی Sovereignt ہے۔ سب سے اہم ترین جو بات

ہے۔ وہ یہ ہے کہ دہشت گردوں کے کوئی بھی حق نہیں نہیں ہے۔ سب چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک سے بلکہ پوری دنیا سے ان کا خاتمہ ہو۔ دہشت گردی سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دہشت گرد ہمیشہ تمام سماج کے دشمن ہیں۔ بین الاقوامی سماج کے دشمن ہیں۔ تمام دنیا کے دشمن ہیں۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اصولی بات یہ ہے کہ ہم اپنی سرزمین پر، اپنے وطن میں، اپنے مفادات اور اپنے آئین اور دستور کے مطابق کام کریں۔ مسئلہ سب سے بنیادی یہ ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کی آزادی، خودمختاری کے مسئلے پر توجہ نہیں دیں گے تو جیسے ماضی میں ہمارے قومی مفادات متاثر ہوتے رہے ہیں۔ اور اس سے ہمیں بے شمار نقصانات پہنچے ہیں۔ ہمارا ملک پیچھے چلا گیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہماری عزت و احترام اور ساکھ بے حد متاثر ہوئی ہے۔ تو ہمیں کم از کم اب تو ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ جس سے ہمارے ملک کی قومی ساکھ متاثر ہو اور ہماری دنیا کی نظروں سے عزت گر جائے۔ ہمیں کم از کم دنیا کی نظروں میں آزاد ملک کے طور پر نمایاں رہنا چاہیئے۔ ہمارا ملک ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ اس کی اپنی sovereignty کا مسئلہ ہے۔ تو جناب والا، ہم حکمرانوں سے یہ عرض کرنا چاہیں گے اس مقدس ایوان میں آپ کے توسط سے جناب والا! اس پر ضرور توجہ دیں۔ اور اپنے آئین، دستور، اور اپنی sovereignty کے لئے یہ سب کا فرض ہے۔ پورے ملک کے بارہ کروڑ عوام اور ان دو مقدس ایوانوں کا (ایوان بالا اور قومی اسمبلی کا) سب کا فرض ہے کہ ہم اس کے تقدس کا خیال رکھیں۔ اور ملک کے اندر آئین اور قانون کی بالادستی کو رواج دیں۔ شکریہ!

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ جی۔ please بات تو ایک ہی آغا صاحب ہو رہی ہے۔ حکومت کو سن لیں جی۔۔ جی میاں رضا ربانی صاحب۔

I give the floor to Mian Raza Rabbani Sahib.

Mian Raza Rabbani: Sir, as far as, the issue that has been raised by the two worthy Senators.......

Mr. Deputy Chairman: Hafiz Sahib.

Mian Raza Rabbani: Hafiz Sahib and Aftab Sheikh and the subsequent discourse that has taken place after that. As far as the incident itself is concerned I would say that I will have to ask the Interior Minister as to the actual facts whether that incident has taken place or it has not taken place and if it has, under what circumstance, it has taken place . But replying to the other allegations that have been made, I feel it is most unfortunate that at the slightest pretext without looking at the incident or without looking at the after effects and an incident or a matter is not let to pass without casting the most serious aspertions that could be cast on the government. I would like to make it categaorically clear from the floor of this House that the Government of Paksitan is fully commmitted to work under the ambit of the Consitution of 1973 and the lasws framed thereunder The Government of Pakistan is fully conscious of its obligations and duties which are endowed upon it by virtue of the Constitution and the rules athat prevail It has been , and history has proven that the Government of Pakistan People's Party whenever it has been in the office, it has been the last Government which has compromised nationa interest or has compromised national sovereignty The Government of Pakistan, and the Government headed by Prime Minister Benazir Bhutto believe that it would be a day better for it to leave rather than to compromise on national interest or on national sovereignty. I would like to make this abundantly clear but at the same time our Government is also absolutely clear on the fact that terrorism whether it be internal or whether it be international terrorism has to be combated and will be combated by the full force of the state. Because this is in the national interest of Pakistan, this is in the interest of the people of Pakistan. So, therefore, we are absolutely clear, and I would like to make it abundantly clear also from the floor of this House that any action that may have

been taken in this regard has been taken within the bounds of law, within the bounds of Constitution and within the bounds prescribed by the various laws that have been enacted by Parliament or which are available on the statute book. But as far as this incident itself is concerned, as I said, I have just heard about right now. I will verify as to what is the authenticity ofthis issue? But otherwise I have made the Government position abundantly clear.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

دیکھیں جی میری عرض سنیں۔

(مداخلت)

حافظ حسین احمد۔ جناب ہمیں یہ یقین دہانی کرائے جائے کہ پاکستان کے قانون کے تحت ان کے خلاف F.I.R. آپ کاٹیں۔ انہیں گرفتار کریں، ان کی جائیداد ضبط کریں، انہیں پھانسی پہ لٹکائیں لیکن پاکستان کے قوانین کے تحت، پاکستان کے قانون کے تحت ان پہ مقدمہ چلایا جائے۔ آپ کے پاس courts ہیں۔ کل آپ ان کو اٹھا کر اس طرح بھیج دینگے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ تشریف رکھیں جی۔ اب تک نہیں بھیجا۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے جو statement دی ہے۔ after the statement of the Minister from this side you see میں کوئی reason نہیں سمجھتا۔ انہوں نے فرمایا ہے on the floor of the House کہ میں پتہ کروں گا اور پتہ کر کے سارا کچھ بتاؤں گا جو کچھ ہوا ہے دیکھ کے آپ کو پورا بتاؤں گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ after his statement you see, I am satisfaied and I think now come to next point please.

جناب محمد ابراہیم خان۔ جناب اب یہ بات واضح ہو جانی چاہئیے کہ اگر امریکہ اور پاکستان کے درمیان باہمی معاہدہ ہے کہ ایک دوسرے کے شہریوں کو ایک دوسرے کے حوالے کریں گے۔ یہ بات واضح ہو جانی چاہئیے تو پھر تو اس bilateral agreement ہے pact ہے اس کے لئے تو ہم bound ہیں اگر یہ bilateral معاہدہ نہیں ہے اور یہ یک طرفہ ٹریفک چل رہی ہے کہ ہم تو حوالے کر رہے ہیں ان کے مجرم کو اور جو ہمارے مجرم ہیں وہ انہیں ہمارے حوالے نہیں

کر رہے۔ ذرا اس کی وضاحت کر دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ قوانین ہیں extradition کے بارے میں۔

Barrister Kamal Azfar: We are only concerned with the national sovereignty of Pakistan and the development of Pakistan.

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ کمال اظفر صاحب بات ہو چکی ہے چھوڑیں اس کو۔ جناب دوسرا نکتہ لائیں جی۔

جناب آفتاب احمد شیخ ،جناب چیئرمین! میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ میں نے آج ایک privilege motion move کیا ہے اور اس کے facts یہ ہیں کہ اسلام آباد میں ہمارے دفاتر پر چھاپہ مارا گیا ہے' چار آدمی گرفتار کئے گئے ہیں' فیکس مشینیں توڑ دی گئی ہیں' ٹیلیفون توڑ دیئے گئے ہیں ----

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ مجھے بات کرنے دیں ناں۔ جی جی آپ جلدی بات ختم کریں۔

جناب آفتاب احمد شیخ، میں دو منٹ میں بات ختم کرتا ہوں سر' میں نے آج privilege motion move کیا ہے۔ اور جناب آپ کو پتا ہے کہ privilege motion ایک urgent چیز ہوتی ہے۔ تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کو آج take up ہو سکے تو آج کر لیں۔

جناب چیئرمین، آج نہیں ہو سکتا ہے جناب۔ میں نے آپ کو چیمبر میں بتایا تھا کہ according to rules it would be processed and it will come, don't worry تشریف رکھیں جی۔ It is being processed اور according to rules آئے گا' آپ فکر نہ کریں' ہم نے لے لیا ہے۔ وہ انشاء اللہ آ جائے گا۔

جناب آفتاب احمد شیخ ، سر آج تو اجلاس prorogue ہو رہا ہے جی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آئٹم نمبر ۲ جی رخصت کی درخواستیں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب ڈپٹی چیئرمین، جناب سیف اللہ خان پراچہ نے مورخہ ۱۵ اور ۲۱ مارچ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین، جناب احسان الحق پراچہ ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ ۱۹ مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین، ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی نے اطلاع دی ہے کہ وہ اسلام آباد سے باہر ہیں اس لئے مورخہ ۲۰ اور ۲۱ تاریخ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

ORDINANCES LAID BEFORE THE SENATE

Mian Raza Rabbani: Thank you Mr. Chairman. I beg to lay before the Senate the following Ordinances as required by Clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan:-

1. The National Fund for Cultural Heritage (Amendment) Ordinance, 1995 (XVIII of 1995)

2. The Pakistan Environmental Protection (Amendment) Ordinance, 1995 (XIX of 1995)

Mr. Deputy Chairman: Ordinances stand laid.

جی جناب راجہ ظفر الحق صاحب۔

راجہ محمد ظفر الحق، جناب چیئرمین! آج دو آرڈیننس lay ہوئے ہیں۔ اسی سیشن کے دوران کافی تعداد میں پہلے بھی آرڈیننسز lay ہوتے رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں صرف یہ

کہنا چاہتا ہوں کہ Ordinances کے ذریعے قانون سازی ایک exceptional چیز سمجھی جاتی ہے۔ قومی اسمبلی کا اجلاس پچھلے دنوں تک ہوتا رہا لیکن اس دوران کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور جونہی اسمبلی کا اجلاس prorogue ہوا تو اس دوران آرڈیننسز کی لمبی چوڑی تعداد جاری کر دی گئی۔ ابھی کل پرسوں ہی کی بات ہے کہ رینجرز کو پولیس کی powers دینے کا آرڈیننس کراچی میں تیار کیا گیا۔ اس exception کو ایک رول بنا دیا گیا ہے اور جیسے کسی زمانے میں کہا جاتا تھا کہ صدر ہاؤس میں آرڈیننس بنانے کی فیکٹری لگ گئی ہے جس سے آرڈیننس در آرڈیننس جاری ہو رہے ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قانون سازی کا یہ طریقہ دنیا بھر میں مناسب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک exceptional چیز ہے کہ کسی وقت اگر کوئی فوری ضرورت کی بات ہو تو پھر تو آرڈیننس جاری کر دیا جائے ورنہ normal legislation کا طریقہ ہے کہ قومی اسمبلی یا سینٹ میں بل پیش کیا جائے، پھر اس کے پاس ہونے کے بعد وہ صدر کے پاس جائے لیکن اب تو یہ ہے کہ National Fund for Cultural Heritage (Amendment) Ordinance اس میں کیا ایسی فوری ضرورت تھی؟۔ اسی طریقے سے Pakistan Environmental Protection (Amendment) Ordinance ہے۔ آئندہ ماہ کے وسط تک شاید قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جانے والا ہے۔ اور یہ بات دس پندرہ دن اور انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اس tend کو روکنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس کو depriciate کرتے ہیں اور اس کو کوئی بھی appreciate نہیں کر سکتا۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب راجہ صاحب، اس کو کوئی بھی درست نہیں قرار دے سکتا۔ جی جناب میاں رضا ربانی صاحب۔

میاں رضا ربانی۔ جناب نہایت ادب کے ساتھ میں عرض کرنا چاہوں گا۔ کہ جو observations راجہ صاحب نے دی ہیں اس سلسلے میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج وہ تمام باتیں democratic traditions ہیں اور وہ تمام چیزیں حزب اختلاف کو یاد آ رہی ہیں۔ لیکن جس دور میں وہ خود حکومت کے اندر تھے اور نیشنل اسمبلی کے اندر دو تہائی کی اکثریت تھی، اس کے باوجود انہوں نے اس ملک کو آرڈیننسز کے ذریعے چلایا اور نہ صرف چلایا بلکہ ان کے اپنے سپیکر نے، اور اس رولنگ کا حوالہ بھی میں کئی دفعہ نیشنل اسمبلی کے فلور پر دے چکا ہوں اس کو ایک حد تک justify بھی کیا۔ جہاں تک موجود آرڈیننسز کا تعلق ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اپوزیشن کی حق

الامکان کوشش یہ رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے حکومتی مشینری کو مفلوج کیا جائے اور کسی نہ کسی طریقے سے ایک artificial crisis کو پیدا کیا جائے۔ آرڈیننسز آرٹیکل ۸۹ کے تحت ایشو کئے جاتے ہیں اور اسی آرٹیکل کے تحت قواعد و ضوابط کے تحت ان کو پھر نیشنل اسمبلی اور سینٹ کے فلور کے اوپر lay کیا جاتا ہے۔ اگر اپوزیشن کا رویہ اتنا منفی' نیشنل اسمبلی کے اندر اور سینٹ کے اندر نہ ہو اور لیجسلیشن کی طرف اگر وہ زیادہ توجہ دیں تو یہ روش کم بھی ہو سکتی ہے۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی جناب راجہ صاحب۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئرمین! میں احتجاج کرتا ہوں ان کے الفاظ پہ جو انہوں نے کہا کہ نیشنل اسمبلی میں اور سینٹ میں اپوزیشن کا رویہ منفی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا غلط الزام ہے' اتنی بڑی توہین ہے قومی اسمبلی میں اور سینٹ میں اپوزیشن کی جسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اپوزیشن کا اور کیا کام ہے؟ اپوزیشن کیا گورنمنٹ کو appreciate کرنے کو بیٹھی ہوتی ہے؟ یہ اپوزیشن پہ فرض عائد ہوتا ہے کہ حکومت کے ہر غلط کام کا وہ محاسبہ کرے۔ اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اگر قابل اصلاح ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ کسی صورت میں بھی چونکہ تعاون نہیں مل رہا' یا کسی صورت میں بھی وہ منفی رویہ ہے۔ اس لئے ہم احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ٹھیک ہے۔ ملک صاحب آپ کے ساتھی جائیں۔ ڈاکٹر صفدر صاحب' ملک حسین صاحب آپ انہیں منائیں۔

میاں رضا ربانی۔ افسوس یہ ہے کہ وہاں سے اس سے زیادہ سخت جملے حکومت کی طرف آتے ہیں اور ہم ہنس کر ان باتوں کو سن لیتے ہیں۔ منفی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اگر اس کا انگریزی ترجمہ بھی کریں تو negative ہے۔ میرا مطلب ہے کہ

It is not un parliamentary or a slur on them like that

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ واک آؤٹ کرنا بھی حق ہے ان کا۔ یہ بھی جمہوری حق ہے۔ ان کی تسلی کرائیں آپ ان کو اتنا حق تو ملتا ہے۔

میاں رضا ربانی- میں خود جاتا ہوں-

Barrister Kamal Azfar: Mr Chairman, Sir, Karachi has become the centre of terrorism. There have been a large number of cold blooded motiveless crimes. Normally, it was said that

زیر زمین crimes ہوتے ہیں

But there have been cases where people have been lined up in mosques, in Imam Bargahs, in a house, they have been killed, slaughtered like before a firing squad, and this is pure terrorism, the intention was to create terror in the city and to create a situation where Pakistan would be isolated from its friends, where investment could not be encouraged. Recently, there was an ECO Summit. Karachi is the national place. It is like Burssels to Europe. It would be the national place as you and Senators from Baluchistan know very well Sir, that all the access to warm waters from the Central Asia is Karachi. So, from that point of view, I am saying that this terrorism should not be a partisan issue. We should all be united and join hands to curb terrorism.

Mr. Deputy Chairman: I think the whole nation on this point is united

جی جناب گچکی صاحب- on point of order please -

جناب منظور احمد گچکی- جناب والا! میں نے بارہا اس ہاؤس کے سامنے ایک بات رکھی ہے اور relation to matters in Part II of the Federal Legislative List..... اور اگر آپ یہ part II No.3 اس لسٹ کا پڑھ لیں تو اس میں Development of Industries; there is development under federal control declared by the Federal Government lot of the expedient in the public interest institutions, corporations etc سارے کارپوریشنز اور تمام ادارے آتے ہیں - جناب والا! اس میں condition یہ ہے کہ اگر کارپوریشنز یا وہ ادارے جو

گورنمنٹ کے اختیار میں ہیں۔ اگر آپ اس کو denationalize کریں گے تو پھر آپ کو Council of Common Interests سے رجوع کرنا پڑے گا یہ اس کی condition ہے۔ چونکہ سینٹ federating units کی نمائندگی کرتی ہے' سینٹ کا یہ فرض ہے کہ وہ federating units کو تحفظ دے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو denationalization ہے یا privatization یہ Constitution کے rule کے خلاف ہے اس وقت جو آرٹیکل میں نے quote کیے ہیں؛ جب آپ denationalize کریں گے تو یہ ہمیں پتا نہیں ہے کہ جو amount ملنے والے ہیں پتا نہیں کہاں جاتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر Council of Common Interest نے اس کی اجازت نہیں دی ہے جس پر تمام provinces کی نمائندگی ہوتی ہے' اس کے بعد ایک province اختلاف کرے تو یہ issue, Joint Session میں چلا جاتا ہے۔ میرے نزدیک' آج تک نہ موجودہ حکومت نے اور نہ سابقہ حکومت نے privatization کے سلسلے میں Council of Common Interests کو اعتماد میں لیا ہے' یہ میری معلومات میں نہیں ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم اس بات کو دوبارہ رکھوں کیونکہ آپ کو یاد ہو گا کہ منسٹر صاحب نے یہ کہا تھا کہ یہ کوئی case ہے جو کورٹ میں pending ہے' اگر pending ہے تو پھر تو پورے اس عمل کو روکنا چاہیئے۔ دیکھیں ناں' اگر آپ یہاں اس لئے بات نہیں کر سکتے کہ کورٹ میں pending ہے' لیکن اگر اس عمل میں آپ یہی کر رہے ہیں کہ denationalization کر رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ contempt تو آپ ہی کر رہے ہیں۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ ہاؤس میں اس کی اجازت دی جائے اور میں وزیر موصوف سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ چونکہ کہ Constitution کی violation ہو رہی ہے' ہم بیٹھے ہوئے ہیں اپنے Federating units کے تحفظ کے لئے' اگر ہم اس فرض کو پورا نہیں کر سکتے تو کیا فائدہ' آئین کا تحفظ ہمارا فرض ہے' ہم نے آئین کا حلف لیا ہوا ہے' اگر ہم یہ نہیں کر سکتے تو پھر یہاں ہمارا بیٹھنا بیکار ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ Thank you very much۔ انشاء اللہ اس کو دیکھیں گے۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ privatization کا جو عمل ہے' اس سلسلے میں یہ حقیقت ہے کہ جو وفاقی یونٹس ہیں' جو کہ فیڈریشن کا حصہ ہیں وہ بالکل نظر انداز ہیں' یہ نہیں اس حکومت

میں گچکی نے بھی یہی کیا ' اس پر تو ساری وفاق کے ---------

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب! گچکی صاحب نے بڑی واضح بات کر دی ہے ' آپ تشریف رکھیے ' سمجھ آچکی ہے ۔ آپ تشریف رکھیے ۔جی مولانا صاحب! آپ ارشاد فرمائیں ۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ۔جناب والا '19 تاریخ کو اسلام آباد ہوٹل میں قومی کانفرنس تھی ۔ اور وہاں پر تقریباً 35-30 مقررین تھے ۔ TV پر سب کا ذکر آیا ہے ' میری بھی وہاں پر تقریر تھی لیکن میرا ذکر نہیں آیا۔ اگر چہ میں اس چیز کو اہمیت نہیں دیتا کہ نام آئے یا نہ آئے ۔ لیکن اس میں یہ امتیاز کہ کسی کا نام لو اور کسی کا نہ لو یہ ایک قومی ادارہ ہے اس کو اگر اس طریقے سے استعمال کرنا ہے تو انتہائی افسوسناک ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ جناب جنرل صاحب ؟ جی وہ پوچھ لیں گے انشاء اللہ ۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی۔ جناب والا یہاں پر کل میری تقریر ہوئی تو کل 3 بجے اردو کی خبروں میں تومیرا نام لیا گیا لیکن سندھی 'پنجابی ' اور پشتو کی خبروں میں میرا نام نہیں لیا گیا۔ یہ جو امتیاز ہے یہ کیا چیز ہے ؟ میں اپنے طور پر تو حسرت کے الفاظ میں کہوں گا ۔

نہیں ہے قدرداں کوئی تو خود ہوں قدر دان اپنا
میں اپنی داد خود دے لوں تو میں بھی ایک قیامت ہوں

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔داد خود دینی پڑے گی۔

جی اب Presedent,s Address پر آتے ہیں جی اور I give the floor to Dr Abdul Hayee Baloch .He should speak on Presidential speech . جی ڈاکٹر صاحب ۔

Futher discusstion on President's Address

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے اس اہم صدارتی خطاب پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا ۔ میں آپ کا مشکور ہوں ۔ میں اپنی تقریر اس طرح سے شروع کروں گا کہ یہ جو صدارتی خطاب ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں حکومت کی سال بھر کی پالیسیوں یا کارکردگی کا اظہار پارلیمنٹ میں ہوتا ہے ۔ لیکن صدارتی خطاب کے وقت

پارلیمنٹ کے اندر جو ماحول تھا۔(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ ڈاکٹر صاحب ایک سیکنڈ' مداخلت کی معافی چاہتا ہوں ۔ میں جناب ملک قاسم صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ہاؤس میں لائیں ۔ شکریہ ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ جو ماحول صدارتی خطاب کے وقت اس ایوان میں رہا وہ انتہائی افسوسناک تھا ۔ یہ کسی بھی جمہوری معاشرے میں نہیں ہونا چاہیئے ۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ پچھلی مرتبہ صدارتی خطاب کے دوران ایسا ماحول تھا' جس وجہ سے یہ ردعمل ہوا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی غلط روایت کی تقلید کی جائے۔ یہ مناسب نہیں تھا۔ بڑی دلجمعی کے ساتھ اپوزیشن کو بھی صدر کا خطاب سننا چاہیئے تھا ۔ اس کے بعد جو سلوک ممبران اسمبلی کے ساتھ پارلیمنٹ ہاؤس کے احاطے میں ہوا وہ اس سے بھی بڑھ کر افسوسناک تھا۔ مار پیٹ ' اور بہت ظالمانہ تشدد کیا گیا۔ یہ جو اس طرح سے ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جمہوریت کی کوئی خدمت نہیں ہو رہی

اصل بات یہ ہے کہ صدر صاحب نے اپنے خطاب میں بہت سے مسائل کا ذکر کیا ۔ امن و امان کا ذکر کیا 'تعلیم کے گرتے ہوئے معیار کا ذکر کیا 'افراط زر کا ذکر کیا 'قانون کی بالا دستی کا ذکر کیا ' بے روزگاری کا ذکر کیا ' کسی حد تک انہوں نے ان سب مسائل کا اپنے خطاب میں احاطہ فرمایا ۔ لیکن بہت سے اہم مسائل ہیں جن کی طرف ان کی توجہ یا حکومت وقت کی توجہ نہیں رہی۔ میں اپنے نقطہ نظر سے اور اپنی پارٹی Balochistan National Movement کے نقطہ نظر سے اس ملک میں جو اہم مسائل ہیں اور توجہ طلب ہیں اس معزز ایوان کے توسط سے ان مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ میرے نزدیک سب سے اہم ترین مسئلہ اس ملک میں عوام کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ بحال کرانا ہے۔ یہ ایک حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ آج ہم جتنا بھی کہیں اسمبلی موجود ہے' سینٹ موجود ہے' صوبائی اسمبلیاں موجود ہیں مگر ملک کے بارہ کروڑ عوام کے منتخب نمائندے حقیقی معنوں میں اقتدار اعلیٰ کے مالک نہیں ہیں ۔ اور ابھی تک وہ قوتیں جن کو ہم غیر جمہوری قوتیں کہتے ہیں اور جن کی وجہ سے بدقسمتی سے اس ملک کے اندر جمہوریت کا عرصہ کم رہا ہے اور غیر جمہوری نظام اس ملک کے اندر زیادہ رائج رہا ہے جس کی وجہ سے ملک کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ۔ سب سے بڑا نقصان اس غیر جمہوری نظام کا یہ ہوا کہ ہم سے آدھا ملک چلا گیا ۔ اس کے باوجود کہ آدھا ملک ہماری سر زمین سے الگ ہوا اور وہ آج بنگلہ دیش کی

شکل میں ہے لیکن آج تک ان مصائب کا، جو ہمیں ایک درد ناک ماضی، ایک افسوس ناک ماضی، ایک غیر جمہوری نظام کا ملا ۔ اس سے ہم نے ابھی تک سبق نہیں سیکھا۔ یہ ایک افسوس ناک پہلو ہے کہ آج بھی ہمارے ملک کے منتخب نمائندوں کا، چاہے اقتدار میں ہیں، چاہے حزب اختلاف میں ہیں۔ فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنی سیاست کا قبلہ درست کریں۔ سب سے پہلے اس ملک کے اندر عوام کے اقتدار اعلیٰ کو بحال کرنے کی جانب توجہ دے ۔ یہ اکیلے حزب اقتدار کی بس کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ حزب اقتدار بارہ کروڑ عوام کی حاکمیت بحال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔ میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ملک کے دونوں ایوانوں میں بیٹھے ہوئے، چاہے قومی اسمبلی میں دوست بیٹھے ہیں، یا صوبائی اسمبلیوں میں دوست بیٹھے ہیں، یا ہمارے معزز ایوان سینٹ میں بیٹھے ہیں ۔ دونوں اطراف کے یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف سب کا یہ فرض بنتا ہے کہ سب سے پہلے اس طرف توجہ دیں۔

یہی ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ ہم معاشی طور پر، سیاسی طور پر آگے نہیں بڑھ رہے ہیں ۔ اس لئے نہیں بڑھ رہے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی اداروں کے استحکام کی طرف توجہ نہیں دی ۔ دنیا میں کوئی بھی ملک، کوئی بھی نظام اس وقت تک آگے نہیں جا سکتا جب تک کہ اس کے ادارے مضبوط نہ ہوں، جب تک اس میں جمہوری کلچر نہ ہو، جب تک کہ ایک دوسرے کے سیاسی، معاشی اور جمہوری حقوق کا احترام نہ ہو، جب تک کہ قانون کی بالا دستی نہ ہو۔ پھر میں اس بات پر حیران ہوتا ہوں کہ ہم سب سیاست دان ہیں اور ہم سب غیر جمہوری نظام کا خمیازہ بھگت چکے ہیں، ملک کے بارہ کروڑ عوام نے، ملک کے اندر اور جمہوریت کے لئے بے شمار قربانیاں دی ہیں ۔ سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جیلوں میں گئے ہیں، ہم نے ڈنڈے کھائے ہیں، ہم نے لاٹھیاں کھائی ہیں، ہم پھانسیوں تک گئے ہیں ۔ سارے سیاست دان اور سیاسی کارکن جنہوں نے قربانیاں دی ہیں اور عوام نے بے شمار قربانیاں دی ہیں ۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم ان قربانیوں کی پاس داری کریں ؟ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کی قربانیوں کا احترام کریں ؟ احترام تو اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ہم عوام کی حاکمیت کو بحال کریں ۔ جب ہم صحیح معنوں میں وفاقیت کی طرف جائیں ۔ وفاقی نظام کو صحیح معنوں میں قائم رکھیں ۔ جب ہم ملک کے اندر قانون کی بالا دستی کی بات کریں ۔ ہم سیاسی اداروں کے استحکام کی بات کریں ۔ جب ہم ملک کے اندر جمہوری روایات اور اچھے اخلاقی کردار کا مظاہرہ کریں ۔ جب ہم حکومت سے

کرپشن کا خاتمہ کریں - جب معیشت کو ملک کے بارہ کروڑ عوام کے مفاد کے تابع بنائیں - آج کیا ہے ؟ آج پورے ملک کی معیشت چند خاندانوں تک محدود ہے اور ملک کے نوے فی صد عوام اپنی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے - محنت کش عوام ' مزدور ' کسان ' دانش ور طبقہ ' متوسط طبقہ آج ملک میں محروم اور مایوسی اور بد دلی کا شکار ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان کے مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے ہیں ؟

جناب والا! میں سب سے عرض کروں گا۔ اس وقت عوام کی حاکمیت کا مسئلہ' اقتدار اعلیٰ کا مسئلہ' صحیح وفاقیت کا مسئلہ اور وفاقی وحدتوں کو ان کے اختیار ' حاکمیت اور ان کے اپنے وسائل پر دسترس کا مسئلہ ' اختیارات کا مسئلہ اور ان کے ساتھ ساتھ فرقہ واریت کے خاتمے کا مسئلہ ' دہشت گردی کے خاتمے کا مسئلہ ' بے روزگاری کا مسئلہ ' مہنگائی کامسئلہ ' قانون کی بالا دستی کا مسئلہ' تمام ملک کے بارہ کروڑ عوام کی قانون کی نظر میں برابری کا مسئلہ اور معاشی نظام کو سرمایہ داروں اور جاگیر داروں اور بڑے بیوروکریٹس کے چنگل سے آزاد کرانے کا مسئلہ' جو بین الا قوامی ادارے ہیں ' مالیاتی ادارے ہیں ' آئی - ایم - ایف ہے ' ورلڈ بنک ہے - ہمارے معاشی نظام پر ان کا جو تسلط ہے' اس سے آزاد کرانے کا مسئلہ - یہ سارے مسائل میری نظر میں اہم مسائل ہیں - گھمبیر مسائل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم 1973 کے آئین کی بات کرتے ہیں - جو 1973 ، کا آئین اصلی شکل میں ہے اس کو بحال کرانے کا مسئلہ - سب کہتے ہیں کہ 1977، کے مارشل لاء کی وجہ سے 1973، کا آئین مسخ ہو چکا ہے - اس کی اصل روح نہیں ہے - وہ 1985، کا آئین نظر آتا ہے - اس کو ٹھیک کرنے کے لئے کسی بھی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی ہے - ہم تو صرف اس مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں کہ ایڈہاک ازم کی بنیاد پر کام کرتے ہیں کہ بھائی اپنا وقت گزارو - جب ہم اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو سب یہ بات کرتے ہیں کہ آٹھویں ترمیم کا خاتمہ ہو ' قومی خودمختاری کا مسئلہ حل ہو اور قومی وحدتوں کے اختیارات اور ان کی حاکمیت کا مسئلہ طے ہو - عوام کی بالادستی ہو - معاشی نظام کو مزدوروں ' کسانوں اور ملک کے ۹۰ فیصد محنت کش عوام کے مفادات کا نظام بنائیں گے لیکن ہمارا کردار بالکل اس کے برعکس ہے -

جناب والا' اس وقت ملک کے 12 کروڑ عوام کی نظریں ان ایوانوں پر لگی ہوئی ہیں - ہمارے ملک کے عوام اس طرح متوجہ ہیں کہ ہم ان کے لئے کیا کر رہے ہیں آج اگر صحیح

صورتحال کی طرف توجہ دیں تو دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام باتوں کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود ہم تمام سیاستدان اور سیاسی پارٹیوں کے رہبر ' ان کے کارکن اس بات سے واقف ہیں کہ جمہوریت میں ہی ہماری بھلائی ہے ۔ سیاست کو روایات سے نکال کر ' برادریوں سے نکال کر ' قبیلوں سے نکال کر ایک جمہوری کلچر کی طرف لے جانے کی ضرورت ہے ۔ سیاست سے دہشت گردی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی ضرورت ہے ۔ ان تمام باتوں کو جاننے کے باوجود ہم اس طرف پیش قدمی نہیں کر رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ صدارتی خطاب کے وقت کوئی دوستانہ ماحول نہیں تھا ۔ ایسے لگتا تھا کہ حزب اقتدار کسی اور ملک سے تعلق رکھتی ہے اور حزب اختلاف کسی اور ملک سے ۔ یہ جو ہمیں نادر موقع مل رہا ہے ہم سیاسی کارکنوں اور عوام کی قربانیوں کا صحیح اعتراف نہیں کر رہے ہیں ۔ ہم سیاست سے کرپشن کو ختم نہیں کر رہے ہیں ۔ ہم سیاست کو ایک ایسی ڈگر کی طرف لے جا رہے ہیں جو سوائے تباہی اور بربادی کے ہمیں کچھ نہیں دے گی۔ آج عام طور پر یہ تاثر مل رہا ہے کہ سیاست کو دولت کے بل بوتے پر کیا جاتا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا چاہے حزب اقتدار میں یا حزب اختلاف میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں عام طور پر یہ بات سننے میں آ رہی ہے ۔ عام شہریوں کا یہ تاثر ہے کہ دونوں دولت کی دوڑ میں مصروف ہیں ۔ دولت کی ریل پیل حاصل کرنے میں وہ تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں یہ ایک دوڑ ہے کہ اپنی حکومت کے دوران جتنی زیادہ دولت بنا سکتے ہو ' جتنی لوٹ کھسوٹ کر سکتے ہو ' جتنا ملک کے عوام کی دولت کو اپنے لئے سمیٹ سکتے ہو ' اس کو سمیٹو اور پھر اس کے بل بوتے پر سیاست کرو اور سیاست کو دولت کے تابع بناؤ ۔ میں سمجھتا ہوں یہ خطرناک رجحان ہے ۔ اس سے پھر ہیروئن کے سمگلر اور دہشت گرد بھی سیاست میں کود پڑیں گے۔ جب ہم سیاست کو جمہوری انداز سے ' عوام کے تابع ' عوام کے مفادات ' سیاست کو عبادت سمجھ کر نہیں کریں گے ' اگر صرف دولت کے بل بوتے پر سیاست کو چلائیں گے یا سیاست کی بنیاد رکھیں گے ' تو میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ یہ ایک خطرناک رجحان ہے ۔ یہ سیاست میں منفی رجحان ہے۔ اس کو مثبت رجحان کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ معاشی لحاظ سے ہم بالکل تباہ حال ہیں ۔ کرپشن ہمارے ہاں ایک ایسا مزاج بن گیا ہے کہ اس کے بارے میں ہم ذہنی طور پر اور ارادتاً اس کے عادی ہو گئے ہیں کہ جناب یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ کسی بھی معاشرے میں ' کسی بھی نظام میں جب

کرپشن اس حد تک اثر کر جائے مثلاً بنکنگ نظام کرپشن کا شکار رہے ' سول بیوروکریسی کرپشن کا شکار رہے ' سیاست دان بھی کرپشن کا شکار ہوں ۔ صنعکار ' تاجر ' بڑے جاگیردار سب کرپشن کی طرف مائل ہوں اور کسی کو احساس ہی نہیں ہو ۔ کسی میں یہ جذبہ نہ ہو کہ کس طرف ہم ملک کو لے جا رہے ہیں اس کے کیا نتائج نکلیں گے یہ کرپشن بڑھتی جا رہی ہے کم نہیں ہو رہی ہے۔ سب کہتے ہیں کہ ہم انصاف کریں گے ۔ بار بار انصاف. کا سنا اور کچھ وقتی ' عارضی اقدامات بھی حکومتوں نے اٹھائے لیکن عملاً ایسے نظر آرہا ہے کہ کرپشن میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ یہ ایک قومی وبا کی شکل اختیار کر چکا ہے ۔ جیسے دہشت گردی وبا کی صورت میں آگے بڑھ رہی ہے ۔ جیسے فرقہ واریت اور آپس میں نفرتیں' دوری فرقہ واریت کی بنیاد پر بڑھ رہی ہیں۔اسی طریقے سے corruption بھی آگے بڑھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس سے ہمیں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ہمیں اپنے سیاسی قبلے کو درست کرنا ہو گا ۔ ہم سب کے لئے لازمی ہے۔ یہ ایک طرفہ نہیں ہو سکتا ۔ rule of law کی سب بات کرتے ہیں۔ قانون کی سب بات کرتے ہیں۔ مگر حقیقت کیا ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عیاں بات ہے کہ آج بھی عام شہری کو قانون کا تحفظ حاصل نہیں ہے ۔بہت سی جگہوں سے آپ کو معلومات ملی ہوں گی کہ عوام کی F.I.R. درج نہیں ہوتی۔سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی عوام کی بااثر لوگوں کے خلاف F.I.R. درج کرے ۔ کیا یہ قانون کی بالادستی ہے ۔ جو بااثر افراد ہیں جو ملک کے حکمران طبقے میں شامل ہیں ۔وہ اپنے لئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم قانون سے بالادست ہیں۔قانون ان کے لئے ہے۔ قانون محض عام شہریوں کے لئے ہے' عام لوگوں کے لئے ہے' محنت کش عوام کے لئے ہے۔ یعنی یہاں قانون کی بھی دو رائے ہیں ۔ ایک رائے نہیں ہے۔بڑے لوگوں وہ مبرا ہیں آئین سے' قانون سے' ہر چیز سے۔ اور عام آدمی جو ہے اس کے لئے قانون ہے۔ تو اس طرح کانظام کیسے چلے گا ؟ جب لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا۔جب لوگ عدالتوں تک نہیں جا سکیں گے ۔جب ان کی F.I.R. ' ان کی مظلومیت کو سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔جب ملک کی انتظامیہ خاص طور پر پولیس کی جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ ملی بھگت ہو گی ۔جب تھانے ملک کے اندر بولی پر ملیں گے جب ذمہ دار قانون نافذ کرنے والے ادارے پولیس اور دوسرے جو ادارے ہیں۔وہ corruption میں ملوث ہوں گے ۔ جرائم کو کم کرنے کی بجائے خود ان میں involve ہوں گے۔ میں سب کے لئے نہیں کہتاتو پھر کس طرح سے ملک کے اندر امن و امان قائم ہو گا۔

جب ملک کی خارجہ پالیسی کو ہم صحیح سمت میں صحیح طرف نہیں لائیں گے ۔ جیسا آج ہو رہا ہے۔ مثلاً یہ سب ہم مانتے ہیں کہ Afghan War کی وجہ سے ہمیں انتہائی درجے کا نقصان ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں بہت سی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا' پورے ملک کے بارہ کروڑ عوام اس پس رہے ہیں۔ مگر دیکھیں ہمیں اس کا احساس نہیں ہے۔ آج بھی اس کے باوجود کہ افغان جہاد ختم ہوگیا۔ وہاں سب کچھ ہوا ' لاکھوں افغان مہاجرین آج بھی ہماری سرزمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو یہ کیا مسئلہ ہے ؟ یہ سب مانتے ہیں کلاشنکوف کا culture' ہیروئن culture یہ سب ان کی وجہ سے آیا۔ اور وہ ہماری معیشت پر بوجھ ہیں۔ ان کی وجہ سے ہمارے لئے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوا۔ ہمارا جو قومی دھارا ہے ۔ اس کو انہوں نے تباہ و برباد کر کے رکھا ہے۔ وہ یہاں کا شناختی کارڈ' جائیدادیں' پاسپورٹ سب کچھ لئے ہوئے ہیں ۔ اور بے شمار شواہد ملے ہیں کہ ہمارے ملک کے بے شمار شہری ان کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے ۔ دنیا کا کوئی ملک مجھے بتائے ۔ جہاں کوئی اتنے لاکھوں کی تعداد میں افغان مہاجرین ہوں یا لاکھوں کی تعداد میں کراچی کے بین الاقوامی شہر میں غیر ملکی آباد ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب! Mind your time also please

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب والا! یہ جو ہمارے ہاں صورت حال ہے یہ پریشان کن ہے جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے۔ جب تک ہم دوستی اور دوستانہ تعلقات کی طرف نہیں بڑھیں گے ۔ اپنے اچھے تعلقات کی طرف نہیں بڑھیں گے ۔ اس وقت تک ہمارے لئے بہت مشکلات ہیں۔ ہمیں تو Afghan War سے اختلاف تھا۔ جو لوگ اس کے حق میں تھے ۔ آج وہ بھی یہ بات کرتے ہیں کہ یہ جہاد Afghan War میں قربانی تو پاکستانی عوام نے دی اور اس کا فائدہ ہندوستان یا بھارت اٹھا رہا ہے ۔ آج وہاں اس کا زیادہ اثر و رسوخ نظر آرہا ہے ۔ یہ کیسی خارجہ پالیسی چلا رہے ہیں۔ کس طرح کی ہماری خارجہ پالیسی ہے کہ قربانیوں کی ہم بات ہم کرتے ہیں اور اس کے جو مفادات ہیں وہ ہمارے ہمسایہ ممالک اٹھا رہے ہیں۔ آج ایران ہمارا ایک اچھا ہمسایہ ملک ہے ۔ اس کے ساتھ بھی ہمیں اچھے روابط کی ضرورت ہے ۔ فرقہ واریت کی وجہ سے اس سے بھی ہمارے تعلقات متاثر ہو رہے ہیں۔ ہم امریکی policies کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ خارجہ پالیسی میں۔ یہ بھی ایک بڑا مسئلہ ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ ظاہر ہے کہ اس طرح سے ہم متاثر ہوں گے ۔ہمارے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات ہیں۔ وہ متاثر ہوں گے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ڈاکٹر صاحب ایک سیکنڈ ذرا'ڈاکٹر صاحب ٹھہریں ذرا۔ میں راجہ صاحب آپ کا اور آپ کے ساتھیوں جنہوں نے واک آؤٹ کیا تھا مشکور ہوں کہ آپ تشریف لائے۔

راجہ محمد ظفرالحق۔آپ شکریہ ادا نہ کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔مہربانی جی۔ کیوں نہ کروں شکریہ۔

راجہ محمد ظفرالحق۔ ہم آپ کے مشکور ہیں---- (مداخلت) -- چلو اس کا کریڈٹ کوئی بھی لے لے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی ارشاد جناب راجہ صاحب۔ The floor is with you now

راجہ محمد ظفرالحق۔ لیکن بات یہ ہے کہ مناسب یہ تھا کہ جب اپوزیشن نے walk out کیا تھا تو آپ House کو adjourn کرتے' آپ ہماری بات سنتے اس کے بعد House کی دوبارہ کارروائی شروع ہوتی۔ لیکن ہم اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں ایسی بات بھی نہیں ہے----

راجہ محمد ظفرالحق۔ گزارش یہ ہے کہ ایوان کے اس اجلاس کی ابتداء میں محترم حافظ صاحب اور آفتاب شیخ صاحب نے یہ point اٹھایا جس پر ابراہیم خان صاحب نے بھی بات کی کہ یہ جو طریقہ کار اپنایا ہوا ہے کہ کسی بھی آدمی کو امریکہ کہتا ہے تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے یہ طریقہ ہمارے آئین اور ہمارے قانون کے مطابق نہیں ہے یا پھر یہ بتایا جائے کہ اس کا trail یہاں ہو گا یا یہ کہا جائے کہ امریکہ کے ساتھ extradition کی treaty ہے جس کے تحت یہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے وہ سارے جرائم لکھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ بڑا comprehensive agreement ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ساری بات واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی' بجائے اس کے کہ ادھر سے کمال اظفر صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے یہاں یہ

دیکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی کھڑا ہو جائے بغیر اجازت کے اور بات کرنی شروع کر دے تو Chair بھی اس کو اجازت دے دیتی ہے' یعنی Chair خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی اجازت مانگتا رہے تو پھر اکثر یہ ہوتا ہے کہ جیسے دربار صاحب امرتسر میں ایک آدمی نیزہ لے کر کھڑا تھا' دوسرا اس سے کہہ رہا تھا کہ " میں اندر جانا چاہنا آں' اس کہیا بیٹھا رہو ایتھے ای "۔ بار بار وہ اس سے پوچھے اس نے آخر تنگ آ کر کہا کہ " سردار جی اینہہ بہت ساری بندے جا رہے نیں اس کہیا' اناں کوئی ساڈے کولوں اجازت منگی اے " یعنی وہ اس کو صرف روک سکتا ہے جو اس سے اجازت مانگے۔ اس لئے ایک تو یہ ہونا چاہئے جیسے میں نے آج آپ کے چیمبر میں بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ House کو صحیح طور پر conduct کرنے کے لئے ایک orderly manner سے conduct کرنے کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے' منسٹر صاحبان میں سے بھی دو تین ایسے وزراء بھی ہیں اور دو چار ایسے ارکان بھی ہیں جو کھڑے ہو جاتے ہیں اور بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ اجازت مل گئی۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ اس کا فیصلہ کریں rules کے مطابق۔ ممبر ہاتھ کھڑا کرے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ وہ بھی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اور آپ جس کا نام لیں' جس کا نام پکاریں' وہ کھڑا ہوا کرے' وہ اپنی بات کیا کرے اور جو آپ کا لاؤڈ سپیکر کا سسٹم آپریٹر ہے اس کو بھی آپ یہ سمجھا دیں کہ اس وقت اس کا مائیک کھولا کرے۔ تاکہ صرف وہ بات کیا کرے۔ باقی لوگ نہ بولیں۔ اس طرح پھر بڑی یعنی ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے' الجھن سی ہو جاتی ہے۔

اس لئے اب میں یہ گزارش کروں گا کہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ جس معاملے کے اوپر حافظ صاحب نے بات کی تھی حافظ صاحب کو دوبارہ بات کرنے دی جائے کیونکہ اس وقت ایوان میں Interior Minister صاحب موجود نہیں تھے۔ چونکہ وہ اب موجود ہیں ' وہ اس کو سن کر آرام سے جواب دیں - جن جن لوگوں نے بات کرنی تھی وہ اس پر بات کر لیں۔ اس کے بعد وہ جواب دے دیں۔ کسی طریقے سے کارروائی چلائی جائے۔ یہ جو سلسلہ ہو گیا ہے یہ مناسب نہیں ہے۔ اور حکومت کے جو وزراء ہیں ان کو زیادہ ذمہ داری کا احساس اس لحاظ سے بھی ہونا چاہئے کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ House کی کارروائی مناسب فضا میں چلتی رہے تو انہیں ایسے الفاظ استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہئے جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہوں۔ کیونکہ نہ ان کی پوزیشن میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے اب Cabinet میں تو وہ شامل ہو گئے ہیں اب کیا انہوں نے کوئی

وزیراعظم بننا ہے۔ میں ان کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس سے ان کے قد میں یا ان کے کاٹھ میں یا ان کے کریڈٹ میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا اس لیے وہ اگر نرمی سے گفتگو کریں گے، House کو بہتر طریقے سے چلائیں گے تو شاید یہ کریڈٹ قوم کی نگاہ میں بھی بہتر ہو اور حکومت کے لیے بھی اسی میں بہتری ہو۔ اب میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اجازت دیں حافظ صاحب کو وہ بیان کریں اور پھر Interior Minister موجود ہیں وہ جواب دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ درست ہے۔ راجہ صاحب آپ نے اپنے خیالات کا اظہار بڑے اچھے پیرائے میں فرمایا-----

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Let me speak, please... please... I am speaking.... I am speaking

مجھے بات کرنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں جی، میں بات کر رہا ہوں۔

let me speak, let me speak first. I have not given you the floor Gichki Sahib, please sit down... please sit down..... no, you see, I have to reply, I have to say something. Let me say, I am conducting the House, please Gichki Sahib, this is your House.

آپ کا House ہے آپ نے چلانا ہے۔ اگر آپ اس کے آداب کا خیال نہیں رکھیں گے، rules کا خیال نہیں رکھیں گے تو کون رکھے گا۔ میں سمجھتا ہوں آپ سکول کے بچے نہیں راجہ صاحب، یہ کوئی چھوٹے بچے نہیں ہیں یہاں پر جن کو درس دیا جائے اور بٹھایا جائے۔ آپ سمجھدار ہیں، ماشاء اللہ Parliamentarians ہیں، بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ آپ صاحبان کو از خود خیال کرنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص پہلے کھڑا ہوا ہے تو دوسرے کو کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک شخص بات کررہا ہے تو دوسرے کو بات نہیں کرنی چاہیئے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس پر دو آراء ہو سکتی ہیں۔ یہ میں آپ سے توقع رکھتا ہوں، میں ہر ممبر سے توقع رکھتا ہوں، ہر بھائی سے توقع رکھتا ہوں دونوں طرف سے کہ وہ ادب و آداب کا خیال رکھے اور اس ہاؤس کو اس طریقے سے چلائے جس کا یہ متقاضی ہے۔ اس ہاؤس کی روایات رہی ہیں، بڑی اچھی روایات

رہی ہیں ان کو ہم نے بحال رکھنا ہے اور اس پر ہم نے چلنا ہے۔ میں مشکور ہوں راجہ صاحب آپ کا "میں حتی المقدور کوشش کروں گا" پھر میں اپنی رولنگ دیتا رہوں گا اور آپ صاحبان ناراض ہوتے رہیں گے تو ایسا موقع کیوں آئے' ہمارے ذہن میں ایسی بات کیوں آئے اور مجھے کہنا پڑے' لہذا میں پھر مودبانہ گزارش کروں گا دونوں طرف کے اراکین حضرات سے ' اپنے بھائیوں سے کہ اگر ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اجازت لے کر تو دوسرا ازخود کھڑا نہ ہو۔ بہت بہت مہربانی۔ شکریہ جناب۔ جی جناب کمال اظفر صاحب .The floor is with you۔

Barrister Kamal Azfar: Sir, I want to say that I was making my submissions with your permission that it was I who was interrupted. Never before in my 25 years of political carrier, I was accused and no accusation were made against me. And it is not I who have broken the decorum of the House, the Leader of the Opposition is cognizance of that.

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ میاں رضا ربانی صاحب آپ کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

Mian Raza Rabbani: Thank you, Sir. I would just like to make submission on two points. No.(1) that I have always tried to maintain the softest and tenderest of tone in the House, so as not to hurt any one's feelings, but at the same time, it is not only my responsibility as a member of the Cabinet but it is also my responsibility being a committed ideological worker of a political party to defend my party's position in the House and, therefore, that right still remains with me. The other point that I would like to make is that as far as this point of order raised by Hafiz Sahib is concerned, there are two things; No.(1) that it was a point of order which was raised at that time which *ipso facto* does not fall within the meaning of the point of order under 216. But none the less apart from that in a detailed discussion more than a dozen or less than a dozen members from that side and from this side have expressed their views. It was at that stage when the

Interior Minister was not here that I took the floor and made a categorical statement on behalf of the Government. But now, since the Interior Minister is here and he would like to make a statement as far as the factual side of the matter is concerned. So, therefore, I would most humbly submit that (1) you had already given your observations or rulings to the effect that the matter is closed. But nevertheless, if we are going to reopen it, then it should be reopened to the extent that the Interior Minister, is aware of the allegations that were made instead of restarting the whole issue all over again. he is aware of the allegations that were made on the floor of the House. He shall stand up and give the statement rather than Hafiz Sahib repeating the point of order again, then speakers starting from that side. Because this was totally out of the context of the rules and secondly, Dr. Sahib was already on his legs as far as the speech on the Presidential Address is concerned. So, I would most humbly submit that let Dr. Sahib finish his speech. After Dr. Sahib has finished his speech, let the Interior Minister stand up and make a statement as to the factual aspects of the incidents.

Mr. Deputy Chairman: I gave my ruling upon your statement that the Minister for Interior will come and deliver the facts. So, he has come and I think, Raja Sahib this is a good suggesion, let Dr. Sahib first finish his speech, then I will take up this matter.

جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میں عرض کررہا تھا جناب چیئرمین صاحب کہ ہماری خارجہ پالیسی' میں سمجھتا ہوں یہ آج کی بات نہیں ہے' گزشتہ کئی سالوں سے ناقص ہے اور اس کے ناقص ہونے کی سب سے بڑی وجہ میری نظر میں یہ ہے کہ وہ امریکی مفادات کے تابع رہی ہے۔ یہ آج کی بات نہیں ہے' یہ موجودہ حکومت کا مسئلہ نہیں

ہے۔ یہ ہماری ایک بڑی لمبی تاریخ ہے ہم نے اپنی آزادی اور خود مختاری اور اپنی sovereignty کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ ماضی میں ہمیں اس طرح کی خارجہ پالیسی سے جو نقصانات ہوئے ہیں ان کا ازالہ کریں۔ آج کم از کم سرد جنگ ختم ہو گئی ہے اور دنیا کے اندر جمہوریت اور عوام کے اقتدار کی بالادستی کی باتیں ہو رہی ہیں' شہری آزادیوں کی باتیں ہو رہی ہیں' معیشت کو ترقی دینے کی باتیں ہو رہی ہیں اور ہر ایک معاشی ترقی کیلئے بھر پور انداز میں جدوجہد کر رہا ہے۔ ہمیں بھی بین الاقوامی حالات کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی کو درست کرنا چاہئیے اور اپنے ملک کے مجموعی قومی مفادات' سیاسی مفادات' معاشی مفادات کے تابع اپنی خارجہ پالیسی رکھنی چاہئیے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمیں اپنے ہمسایہ ممالک، بشمول بھارت' سب کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے چاہئیں اور جو اختلافات یا تنازعات ہیں ان کو باہمی طور پر حل کریں' مذاکرات کریں اور ایک دوستانہ ماحول پیدا کریں۔ ماضی میں ہم نے جو خارجہ پالیسی کے میدان میں غلطیاں کی ہیں مستقبل میں ان سے اجتناب کریں اور ایک دوستانہ ماحول پیدا کریں اور ایک ایسی خارجہ پالیسی بنائیں جس سے ملک کا وقار بلند ہو اور ہم قوموں کی نظر میں ایک باعزت قوم نظر آئیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ حزب اختلاف بھی اس سلسلے میں تعاون کرے یہ اکیلے حزب اقتدار کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج جب ہماری وزیر اعظم صاحبہ امریکہ کے دورے پر جا رہی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف کو بھی تعاون کرنا چاہئیے اور اگر وہ لیڈر آف دی اپوزیشن کو دعوت دیں تو ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے میری نظر میں ان کو ان کے ساتھ جانا چاہئیے۔ ملک کے وقار کا مسئلہ ہے' جمہوریت کا مسئلہ ہے' امن و امان کا مسئلہ ہے' کلاشنکوف کلچر اور فرقہ واریت کے خاتمے کا مسئلہ ہے اور آئین میں آٹھویں ترمیم سمیت Concurrent List کے خاتمے کا مسئلہ ہے' ملک کے اندر عوام کی حاکمیت کا مسئلہ ہے' یہ ایسے مسائل ہیں کہ جن پر حکومت اور اپوزیشن دونوں سر جوڑ کر بیٹھیں تو ان کا حل نکال سکتے ہیں اور بہتر انداز میں ملک میں جمہوری نظام کو چلا سکتے ہیں۔ سیاسی اختلافات اپنی جگہ' سیاست میں اپنے پروگرام کے مطابق اختلافات رکھنا جمہوری نظام میں حزب اختلاف کا حق ہے لیکن جہاں ملک کے مجموعی مفادات کا مسئلہ ہو وہاں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا بھی قوم' ملک اور جمہوریت کے مفاد میں ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں معاشی نظام کے بارے میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو

بھی مالیاتی ادارے ہیں، بینک ہیں، ان سے صرف بڑے بڑے سرمایہ دار، جاگیر دار اور بڑے لوگ ہی مستفید ہو رہے ہیں، قرضے بھی صرف ان کو مل رہے ہیں اور 80 فیصد ملک کا جو متوسط طبقہ ہے یا چھوٹے لوگ ہیں، چھوٹے کاشت کار ہیں، چھوٹے کاروباری لوگ ہیں، ان کے لئے بینکوں کے دروازے بند ہیں اور بغیر کرپشن اور سفارش کے کسی کو قرضہ نہیں ملتا اس کا بھی ازالہ ہونا چاہئیے کہ قرضوں کی سہولتیں چھوٹے کاشتکاروں، چھوٹے کاروباری اور عام پڑھے لکھے لوگوں کو ملنی چاہئیں تاکہ وہ بھی ان سے استفادہ کر سکیں اور بینکنگ نظام اور مالیاتی اداروں پر جو اجارہ داری ہے اس کا خاتمہ ہو۔ اور بینکوں اور مالیاتی اداروں کے روپے جو لوگ ہضم کر گئے ہیں ان کی واپسی کا انتظام کیا جائے۔ ملک کے اندر یہ غلط رواج ختم کر دینا چاہئیے کہ صنعتوں اور کارخانوں کے نام پر جو کروڑوں، اربوں روپیہ لیا گیا ہے اس کی تو وصولی نہ کی جائے اور چند ہزار روپے قرض لینے والے لوگ تو قید خانوں میں چلے جائیں اور قیدیں بھگتیں اور ان کے لئے کچھ بھی نہ ہو۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب! 45 منٹ ہو گئے ہیں، وقت کا خیال رکھیں۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ ہمارا جو services structure ہے وہ بھی میرے خیال میں ہمارے ملک کے مفاد میں نہیں ہے یہ صحیح معنوں میں وفاقی structure نہیں ہے جس میں تمام وفاقی یونٹوں کی نمائندگی ہو آج جو services structure ہے اس میں بلوچستان کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ جناب والا! قریب قریب ہمارے 40 ڈویژن ہیں اور 73،74 کے قریب corporations ہیں، اس کے علاوہ واپڈا ہے، PTC ہے، PIA ہے، دوسرے ادارے ہیں، کہیں بھی ہماری نمائندگی نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح معنوں میں وفاقی سروسز کا structure ہے اور ہم اس structure سے سارے ملک کے عوام کو مطمئن کر سکیں گے۔ میرے خیال میں اس میں بڑی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس سے corruption کا خاتمہ ہو اور تمام وفاقی یونٹوں کی اس میں نمائندگی ہو۔ جس طرح پنجاب، سرحد، سندھ کی نمائندگی ہوتی ہے اس طرح بلوچستان کی بھی نمائندگی ہونی چاہئیے۔ اگر بلوچستان کی نمائندگی نہیں ہو گی تو پھر کس طرح ان کے معاشی مسائل، انتظامی مسائل حل ہوں گے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ آج بھی ہمارے ملک میں بیوروکریسی کا نظام ہے۔ جمہوریت کے دعوؤں کے باوجود bureaucracy کے ذریعے سب کچھ ہو رہا ہے

اور بلوچستان اس معاملے میں صفر ہے۔ اس کا کوئی ایڈیشنل سیکرٹری نہیں ہے، ایک آدھ Ambassador کے سوا ہمارا Foreign service میں کوئی نہیں ہے۔ مالیاتی اداروں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ہماری کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے۔ اس طرح ہم محبتوں کو آگے نہیں بڑھا سکتے۔ یہ احساس محرومیت ہے۔ ان محروم عوام کا آئین کے ذریعے ازالہ کرنا چاہیئے۔ میں نے 1973 کے دستور پر دستخط نہیں کئے تھے۔ میں آج بھی اس سے اختلاف کرتا ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ کم از کم 1973 کے دستور پر تو عمل در آمد کیا جائے جس کے متعلق دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ ایک متفقہ آئین ہے۔ اس کا حلیہ جو بگڑ گیا ہے اس کو ٹھیک کریں۔ Concurrent List اور آٹھویں ترمیم کو اس سے نکالیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کو صحیح وفاقی آئین بنائیں۔

جناب ہمارے بلوچستان میں infrastructure بالکل نہیں ہے۔ بنیادی سہولتیں یعنی علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں نے یہ باتیں اس لئے کی ہیں کہ شاید ہماری یہ باتیں اس مقدس ایوان کے ذریعے ان تک پہنچیں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ جیسے پہلے تھا، وفاقی فنڈ کو آبادی کی بجائے رقبے کے لحاظ سے تقسیم کرنا چاہیئے۔ ایسٹ پاکستان کے وقت آبادی کی بجائے رقبے کے لحاظ سے فنڈ دیئے جاتے تھے تو آج اس فارمولا پر کیوں نہ عمل درآمد کیا جائے۔ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے 44 فیصد ہے اور فنڈ اس کو 3.5 فیصد ملتا ہے۔ تو اس طرح بلوچستان جو پاکستان کا رقبے کے لحاظ سے نصف ہے کس طرح ترقی کر سکے گا ہمارے ہاں Highways نہ ہونے کے برابر ہے، link road کا نام و نشان نہیں ہے۔ آپ مکران ڈویژن کو ہی دیکھیں کہ اس میں آپ کو 15 Kilometres roads نہیں ملیں گے۔ ویسے کہتے ہیں کہ بلوچستان کے اوپر ملک کی معیشت کا انحصار ہے۔ جب اس کے پاس 900 Kilometres ساحلی علاقہ بھی ہے، سمندر بھی ہے لیکن وہاں کے لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ وہ پینے کے پانی کے لئے ترس رہے ہیں۔ اس طرح آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم بلوچستان کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایسے بیان دینے سے کہ ہم آپ کو at par لا رہے ہیں، اس کو برابر کر رہے ہیں، اس طرح سے مسئلے حل نہیں ہوں گے۔ میں دیانتداری سے کہہ رہا ہوں کہ نہ صرف موجودہ حکومت بلکہ ماضی میں جتنی بھی حکومتیں رہی ہیں انہوں نے بلوچستان کو نظر انداز کیا ہے۔ اس کو صحیح معنوں میں وفاقی یونٹ بھی نہیں سمجھا ہے۔ وہاں دولت کے ذرائع ہیں۔ سینڈک پراجیکٹ ہے،

پٹرول ہے ' گیس ہے - آپ گیس کی ہی مثال لیں۔ سارے ملک میں گیس استعمال ہو رہی ہے لیکن بلوچستان سوائے کوئٹہ کے اس سے محروم ہے - جناب والا! اس کا ازالہ ہونا ہے یا اس کو اسی طرح جاری رکھنا ہے؟ یہ جو میں آپ کو اپنے عوام کی مشکلات اور مسائل بتا رہا ہوں یہ جائز ہیں - جب تک ہم ان پر توجہ نہیں دیں گے ہمارا صوبہ ترقی نہیں کرے گا۔ ملک کے تمام وفاقی یونٹ ہیں ہر ایک کو اپنا قومی تشخص عزیز ہے۔ پشتون کو قومی تشخص عزیز ہے جائز ہے - پنجابی کو قومی تشخص عزیز ہے جائز ہے - سندھی بھائیوں کو قومی تشخص عزیز ہے ' جائز ہے - اسی طریقے سے بلوچ کو بھی اپنا قومی تشخص عزیز ہے - جب تک آپ ان کی قومی زبان' ثقافت' کلچر کو اہمیت نہیں دیں گے اور ان کے معاشی مفادات کو اہمیت نہیں دیں گے ان کو اقتدار اعلیٰ میں آپ شریک نہیں کریں گے ان کو ریاستی سروسز سٹرکچر میں آپ شریک نہیں کریں گے ان کو ملک کے تمام بااختیار اداروں میں بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ان کو شریک نہیں کریں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب! اس ہاؤس میں اپنے ساتھیوں کا بھی خیال رکھیئے ذرا انہوں نے بھی بولنا ہے -

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ محض باتیں کرنے سے نہیں ہو گا - میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حقیقی مسائل ہیں - یہ توجہ طلب ہیں - جو حل طلب ہیں جو آج تک نظر انداز ہوتے رہے ہیں -

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ساتھیوں کا خیال رکھیئے گا جنہوں نے بولنا ہے ان کا بھی خیال رکھیں آپ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ ضرور جی بس میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آج ہمارے لئے پورے ملک کے عوام کے لئے بلوچستان کے لئے لاکھوں افغان مہاجرین پریشانی کا مسئلہ بنے ہوئے ہیں اور اس معزز ایوان میں کہ جب حکومت نے ایک فیصلہ کیا ہے کہ ان کے شناختی کارڈ' ان کی جائیدادیں' ان کے پاسپورٹ سب ختم کر کے ان کو ہم واپس ان کے ملک بھیجیں گے تو اس پر عملدرآمد کریں۔ ان کو واپس افغانستان بھیجیں گے یہ سارے بلوچستان کی تمام سیاسی جماعتوں کا' کم و بیش تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ سب کا مسئلہ ہے اس کو حل کریں - ہمارے لئے یہ ایک درد سر ہے اور ہمارے عوام اس مسئلے کی وجہ سے بے حد پریشان

تک وہ ان میں احساس محرومیت اور بے چینی بڑھتا جا رہا ہے۔ بلوچستان کے عوام کو یہ خوف ہے کہ ملک میں ہمیں تیسرے درجے کے شہری والا درجہ دیا جا رہا ہے جو خطرناک رجحان ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کا تدارک ہو اور ملک کے باقی عوام کی طرح بلوچستان کے عوام کو قومی دھارے میں شریک کیا جائے اور تمام قومی معاملات میں ان کو بھی اعتماد میں لیا جائے اور ان کو بھی اپنا بھائی سمجھ کر برابر شہری سمجھ کر ان کے بھی معاشی مسائل ہیں ان کے بھی infrastructure کے مسائل ہیں ان کے روزگار کے مسائل ہیں ان کو حل کریں۔ آخر میں ایک بات ضرور کروں گا کہ ملک کے اندر اس وقت لاکھوں نوجوان بے روزگار ہیں اور اس بے روزگاری کی وجہ سے یہ بھی عرض کرتا چلوں اس معزز ایوان میں کہ ہم دانشور طبقے کو سراسر نظر انداز کر رہے ہیں ہمارے ملک کے اندر ہنر مند افراد کی کوئی کمی نہیں ہے۔ لائق لوگ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ بہت بڑی تعداد میں ہمارے عالم لوگ، ہنر مند لوگ اس ملک سے باہر جا رہے ہیں باہر جا کر ان کو عزت کا روزگار ملتا ہے ملازمتیں ملتی ہیں وہاں بڑی بڑی کمپنیوں پر، عہدوں پہ وہ کام کر رہے ہیں وہاں research کر رہے ہیں لیکن ہم اس talent سے، اس manpower سے، جو ہمارا سرمایہ ہے، جو ہمارے لئے ہونا چاہئے تھا ہم اس سے محروم ہیں اور ہم ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک سے چلے جا رہے ہیں۔ ایک تو یہ مسئلہ ہے کہ اس کا تدارک ہو اپنے ملک کے تمام عالم اور ہنر مند لوگوں کے لئے، ملک کے اندر خدمت کے لئے ہم ان کی جگہ ایسی منصوبہ بندی کریں کہ ہمارے talents ہمارے اپنے ملک کے لئے ہوں امریکہ اور دوسرے ملکوں کی خدمت کی بجائے ہمارے لئے ہوں وہ مجبوری سے جاتے ہیں ہم ان کے لئے کوئی انتظام نہیں کرتے ہیں ہم ان کو absorb نہیں کرتے ہیں ہم ان کو مایوس کرتے ہیں اس کے بعد وہ پاسپورٹ لے کے چلے جاتے ہیں۔ دوسری یہ بات کہ پڑھے لکھے نوجوان آج بے روزگار ہیں۔ لوگ دہشت گردی کی طرف بھی جا رہے ہیں آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ ڈاکو چور لوگ ان کو کرایہ پہ لے جاتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ کام کریں۔ اور وہ لوگوں کو اغوا کرتے ہیں اور ransom لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ڈاکٹر صاحب! میرے خیال میں آپ کا مائیک بند کرنا پڑے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین - ان کا مائیک بند کیجیئے۔

(ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ کا مائیک بند کر دیا گیا)

جناب ڈپٹی چیئرمین - ڈاکٹر صاحب ! تشریف رکھیئے - آداب کا لحاظ کیجیئے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین - ڈاکٹر صاحب ! کیا کر رہے ہیں۔ تشریف رکھیئے۔

(مداخلت)

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل- تقریر کے لئے کتنا وقت مقرر کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین- آپ کا پرچہ مجھے ملا ہے۔ میں بتاتا ہوں - اب ڈاکٹر صاحب کو اپنی تقریر ختم کرنے کے لئے کتنا کہا ہے اور کیا کچھ نہیں کہا ہے لیکن وہ پھر بھی بولتے رہے ہیں۔ ہر مقرر کے لئے بیس منٹ کافی ہیں اور اس سے زیادہ میں کسی بھی ممبر کو مزید وقت نہیں دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین- آپ سب تشریف رکھیں - کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین- اگر آپ نے اسی طرح کا رویہ اپنائے رکھا تو میں ہاؤس کو adjourn کر دوں گا - آپ سب حضرات تشریف رکھیئے - حافظ صاحب ! آپ بھی تشریف رکھیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل- پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی چیئرمین - جناب مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل- حافظ صاحب ! اپنی بات کریں گے لیکن ہم اتنی request کریں گے کہ اجلاس کے prorogue ہونے میں کل ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے لیکن ابھی صدر کی تقریر پر speeches ہو رہی ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ معزز اراکین سے درخواست ہے کہ آپس میں باتیں نہ کریں بلکہ مجھ سے مخاطب ہوں۔ I will not allow such ordinary manners in the House. ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ میں ابھی کسی کو floor نہیں دوں گا ۔ مہربانی کر کے آپ اپنی بات مکمل کریں ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔ گزارش یہ ہے کہ جو بات حافظ صاحب نے اٹھائی ہے ایک تو اس پر بات ہو ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہاؤس adjourn ہو رہا ہے تو پھر ہمیں صدر کی تقریر پر speech کرنے کا موقع نہ ملے گا ۔ یہ تو ٹھیک ہے ۔ لیکن اگر ہاؤس prorogue ہو رہا ہے اور یہ ڈیڑھ بجے ہاؤس prorogue ہو جائے گا ۔ تو اس وقت ہمارے پاس بارہ بجے ہیں یعنی ہمارے پاس صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے ۔

جناب والا! میں نے پہلے اپنا نام تقریر کے لئے دیا تھا لیکن وہ لسٹ میں نہیں ہے ۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں لوگوں کے مسائل پر بات کرنے کے لئے آئے ہیں اور ان پر ہمیں بات کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے ۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ آپ کا نام لسٹ میں تھا لیکن جب آپ کا نام پکارا گیا تھا تو اس وقت آپ ایوان میں موجود نہیں تھے ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔ اخبار میں لکھا ہوتا ہے کہ ایوان میں بدمزگی پیدا ہو گئی۔اب بد مزگی تو پیدا ہو گی جب یہاں کچھ اراکین تو ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ بات کریں گے لیکن ہمیں اپنا time جو ہمیں ہمارے عوام نے دیا ہے ، وہ بھی نہ دیا جائے اور اسے کسی دوسرے طریقے سے ضائع کیا جائے ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ آپ کا نام درج ہے ، درج تھا ، درج ہے ۔ آپ کیسی باتیں فرما رہے ہیں ---- کل بھی آپ کا نام پکارا گیا تھا پورے ہاؤس نے سنا ہے ۔ لیکن آپ غیر حاضر تھے ۔ آپ غیر حاضر تھے ہاؤس سے ۔ آپ غیر حاضر تھے ۔۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل - میرا نام آپ نے لیا تھا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین - میں نے آپ کا نام لیا بھائی - میں نے آپ کا نام لیا تھا - آپ تشریف رکھیں جی - جی جناب حافظ صاحب -

حافظ حسین احمد - جناب چیئرمین! میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرتا - اس وقت میں نے گزارش کی تھی کہ رضا ربانی صاحب تشریف لائے تھے - ہم مسئلے کو لمبا نہیں کرنا چاہتے میں نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اور آپ نے مجھے allow کیا تھا بات کرنے کے لئے مسئلہ یہ ہے جناب کہ بلوچستان سے ہمارا تعلق ہے اور ہم اس ملک کے باسی ہیں، شہری ہیں، ممبران پارلیمنٹ ہیں - میں نے صرف اتنی سی گزارش کی تھی کہ کوئٹہ سے ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کو یہاں سے (C-130)، ایک جہاز اڑا ہے اس میں کوئی چوہدری حنیف صاحب ہیں اور کچھ امریکی اعلیٰ حکام ہیں، بلوچستان سے انہوں نے دو افراد کو گرفتار کیا ہے اور یہاں پر لے آئے ہیں - اور ان کو بغیر نمبر پلیٹ کی گاڑیوں میں بٹھا کر امریکی سفارتخانے لے جایا گیا یا کہاں لے جایا گیا ہے - جناب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ ہم کسی دہشت گرد کی وکالت کرتے ہیں، نہ کسی سمگلر کی وکالت کرتے ہیں - ہمارا ریکارڈ شاہد ہے چھ سال سے اس پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں ہم رہے ہیں - ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ یہ ایک قانون ساز ادارہ ہے - یہاں قوانین بنتے ہیں، یہاں دستور بنتا ہے، ملک میں عدالتیں ہیں، ججز ہیں، ایف آئی اے ہے، ملک میں وزیر داخلہ ہے، سب کچھ ہے - ہم کہتے ہیں کہ یہ جو افراد گرفتار کئے ہیں ان کی آپ ایف آئی آر کٹوائیں - ان کے خلاف آپ یہاں عدالتوں میں مقدمات دائر کریں - اگر وہ مجرم ہیں تو ان کو قرار واقعی سزا دیں - اگر وہ پھانسی کے مستحق ہیں تو آپ انہیں پھانسی دے دیں - لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ملک ایک آزاد ملک ہے - اس کے قوانین کس لئے ہیں یہ نہیں کہ آپ کسی کو اٹھا کر بغیر پوچھے دوسروں کے سپرد کر دیں یہ بلوچستان کے ساتھ ہو رہا ہے - یعنی جتنے بھی افراد، رمزی یوسف کی بات ہے ---- کمال اظفر صاحب نے کہا ---- کہ میں صرف اتنی سی بات کروں گا - اس کو جس نے شناختی کارڈ جاری کیا، کون سا شناختی کارڈ آفیسر آپ نے معطل کیا ہے؟ کون سے پاسپورٹ آفیسرز آپ نے معطل کئے ہیں؟ میں یہ گزارش کروں گا

کہ یہ جو دو گرفتار کئے ہیں' وہ تو ہوا جو کچھ ہوا لیکن ہمیں یہ یقین دہانی چاہیے کہ ان کو اس طرح امریکہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ ان پہ عدالتوں میں مقدمے چلائے جائیں گے ہماری عدالتیں اور ہمارا قانون کچھ اور ہے۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ کل سویڈن کا کوئی مسئلہ ہو' وہاں کچھ اور قوانین ہیں' وہاں تو مرد' مرد سے بھی شادی کر سکتا ہے ---- میں جناب گزارش کروں گا کہ خدارا اس ملک کے جو قوانین ہیں اور اس ملک کی آزادی اور جو وقار ہے اس کا پاس کیا جائے۔ اور ہمیں صرف یہ واضح یقین دہانی کرائی جائے کہ جو لوگ گرفتار کئے ہیں' پاکستان کے قانون کے تحت اور پاکستانی عدالتوں میں ان پہ مقدمات چلائے جائیں گے۔ اور ہم کچھ نہیں چاہتے۔ شکریہ جی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ۔ جی جناب شیخ صاحب۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب چیئرمین! یہ بات ہم دونوں نے اٹھائی تھی۔ میں کچھ اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی فرمائیں!

جناب آفتاب احمد شیخ۔ بات یہ ہے کہ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ پہلا مجرم اس بات کا ہے کہ وہ جعلی کرنسی بناتا ہے۔ بین الاقوامی جعلی کرنسی بنانے کا مجرم ہے اس کا نام عبدالغنی ہے۔ ہمارے پاس قوانین موجود ہیں ایسے مجرم کو سزا دینے کے۔ دوسرا مجرم عامل کانسی ہے' وہ دہشت گردی میں ملوث ہے۔

ایک فاضل رکن۔ مجرم نہیں ملزم۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ Sorry ملزم۔ دونوں ملزم ہیں۔ دونوں کے لئے قوانین ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایسا نہیں کہ اس ملک میں قوانین نہیں ہیں۔ عرض یہ ہے کہ حکومت پاکستان کے حکم پہ چوہدری حنیف نام کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایف آئی اے' یہاں سے امریکن ٹیم کے ساتھ کوئٹہ گئے ہیں' انہوں نے ان کو گرفتار کیا ہے۔ سی 130 میں یہاں لایا گیا ہے۔ اور اب وہ لوگ جو ہیں امریکہ پہنچائے جا رہے ہیں۔ آپ کے سامنے جو بات کی جا رہی ہے وہ اس لئے کی جا رہی ہے جناب چیئرمین! آپ زیادہ اس میں جلدی نہ کریں' بات سنیں تھوڑی سی۔ بات یہ ہے کہ امریکن سفیر کا ایک بیان چھپا ہے۔ امریکن سفیر نے ----

(مداخلت)

جناب آفتاب احمد شیخ- صاحب یہ دیکھیں! this is too much ' ہمیں بات بھی نہیں کرنے دی جارہی - ہمیں ہاؤس کے اندر بات بھی کرنے نہیں دی جارہی - امریکن سفیر نے بیان دیا ہے کہ ہمارا ملزم کہیں پر بھی اور کسی ملک میں ہو ، ہماری extradition treaty ہو یا نہ ہو ، ہم زبردستی اس آدمی کو لے آئیں گے - یہ بیان چھپا ہوا ہے - جس کا جواب جسٹس دراب پٹیل نے دیا ہے - انہوں نے باقاعدہ قانونی نکات کا حوالہ دیا ہے - بات صرف یہ ہے کہ کیا اس ملک کی sovereignty نہیں ہے ؟ کیا اس ملک میں عدالتیں نہیں ہیں؟ کیا اس ملک میں نظام حکومت نہیں ہے ؟ بات صرف یہ ہے جو ہم point out کرنا چاہتے ہیں- اور جس کا جواب چاہتے ہیں- آپ کا بہت بہت شکریہ-

جناب ڈپٹی چیئرمین - شکریہ- جی جنرل صاحب-

میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ خان بابر- جناب چیئرمین! دو قسم کے ملزمان ہیں- ایک وہ ہیں جو ہمارے اپنے national ہیں - ان کے بارے میں

No:(1) the point is that we are not just getting people unnecesarily or without any reason. But the fact that this is part of an on-going inquiry wheih is taking place today and the people in Quetta were also identified with the people we have been in custody that they were also linked with this whole operation of this conspiracy of assassination.

Now, as far as the individuals are concerned, if they are Pakistani nationals they will be proceeded against according to the laws of Pakistan in the courts.

No.(2) we come to extradition . We have a formal treaty of Extradition Treaty with the Americans but the fact is that even there we will do the normal processes of law. You have seen about narcotic people. They have gone through the ADCG that cases are now with the Pindi Bench, even in the past, they have

been allowed that privilege to go in appeal then they will go to the Supreme Court. Once their appeals are rejected then they will be extradited. So, that is the position we have obligation under an International Law, under the Extradition Treaty that we have with the United States that we [illegible] to hand over people who had committed offe[illegible]es in the Unitd States against the American nationals. So, this is the position as I explained. Of these [illegible]k of them that we are now going to apprehend are not our nationals. Most of them are Arabs, they are Sudanese, they come from all sorts of countries.

Mr. Deputy Chairman: But Aamil Kansi is from Quetta and Abdul Ghani is from Quetta.

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Aamil Kansi's case has not come up yet but when it does come we will proceed against him initially. When the case is ripe for extradition only then he will be extradited.

Mr. Deputy Chairman: He is being interrogated here .

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Oh! Yes. We have not handed him over to anyone, not till such time. As Ramzis case was different because he was not a national even then we did the proceeding after having confirmed that he was not a national and he did not deserve to go through all these channels then he was handed over because the law provided for it. Under the law he was handed over to the Americans.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Yes, please Raja Sahib, will you say something on this?

Raja Muhammad Zafarul Haq: These investigations and arrests and sending people abroad has created a lot of complications in our own system

So, I would request the Interior Minister through you, that a copy of the Extradition Treaty with the United States may be placed on the floor of the House

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Right.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. Now the second speaker who would be from this side, I think, is Amdad Ali AwanSahib

(Interruption)

Mr. Deputy Chairman: Yes, please Amdad Ali Sahib.

جناب احسان الحق پراچہ۔ جناب چیئرمین! یہ ہاؤس جو prorogue ہو رہا ہے تو اس بحث کا کیا ہو گا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی اس کو جاری رکھیں گے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اگر ہاؤس prorogue ہو بھی جاتا ہے تو یہ بحث on Presidential Address will continue in the next session.

جناب احسان الحق پراچہ۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

Mr. Deputy Chairman: Please order in the House. Mr. Imdad Ali Awan floor is with you now.

جناب امداد علی اعوان۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ 1993 میں General Elections ہوئے جو ایک آئینی تقاضا تھا اس الیکشن کی صورت میں وفاقی حکومت بنی، صوبائی حکومتیں بنیں۔ اور اس میں آئینی تقاضا پورا کرتے ہوئے صدارتی الیکشن بھی ہوا تھا جس میں صدر کا انتخاب ہوا۔ یہ آپ کو یاد ہوگا کہ صدر کا الیکشن بہت ہی منصفانہ طریقے سے ہوا تھا۔ جس میں کسی بھی بندے نے، کسی بھی candidate نے یا کسی بھی ووٹر نے یہ الزام نہیں لگایا تھا کہ اس میں کوئی Horse trading ہوئی تھی یا کوئی گھپلا ہوا تھا۔ بہت ہی صاف اور شفاف الیکشن ہوئے تھے اور جس کو سب نے مانا تھا۔ اور اس الیکشن کے نتیجے میں جناب فاروق احمد خان لغاری نے صدر کی

حیثیت حلف اٹھایا تھا۔ جناب چیئرمین! اس صدر نے آئینی تقاضا پورا کرتے ہوئے 14 نومبر کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ اور آپ نے دیکھا کہ کس طریقے سے وہاں پارلیمنٹ میں ہنگامہ کیا گیا۔ اس سے پورے پاکستان کے عوام کی چاہے وہ پاکستان میں رہتے ہیں یا بیرونی ممالک میں رہتے ہیں ان کا سر شرم سے جھک گیا۔ کسی بھی معزز قوم مین یا کسی مہذب ملک میں ہمیشہ یہی حق دیا گیا ہے کہ اپنے مخالفین کے خلاف آپ بات کر سکتے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ جس طریقے سے گالم گلوچ اور پارلیمانی آداب سے ہٹ کر اندر ہاؤس میں بینر کو لے کر آنا گالیاں دینا، بینرز پھاڑ کر صدر پر پھینکنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی پارلیمنٹ کے ممبر کے شایان شان بات نہیں ہے۔ جناب چیئرمین میں ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتا ورنہ میرے پاس اس کے اتنے شواہد موجود ہیں کہ شاید کچھ دوستوں کو ناراضگی ہو لیکن کیون کہ ایک اچھا ماحول چل رہا ہے اور میں اس ماحول کو بگاڑنا نہیں چاہتا۔

جناب چیئرمین! سردار فاروق احمد خان لغاری کا ایک سیاسی پس منظر ہے اس کا اپنا سیاسی کردار ہے وہ ایک سیاسی جدوجہد کے طریقے سے اس منزل پر پہنچے ہیں اور بڑے اچھے اور نیک انسان ہیں ۔ جس پر پتہ نہیں کتنے غلیظ الزامات لگائے ہیں جس کو کوئی بھی آج تک ثابت نہیں کر سکا۔ جناب چیئرمین یہ وہ صدر ہے جس نے آج تک نہ کوئی اسمبلی توڑی ہے نہ کوئی ریفرنس کسی مخالف کے خلاف دیا ہے۔ یہ بالکل واضح ہے یہ پچھلے صدور کی طرح نہیں ہے کہ ہر چھ مہینے میں اسمبلی توڑیں اور ریفرنس داخل کرتے جائیں ایک نہیں ریفرنسوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ جناب چیئرمین! میں زیادہ اس بات میں نہیں جاؤں گا لیکن اس ملک کا ہر آدمی جانتا ہے وہ کتنے شریف انسان ہیں۔ اب صدر نے اپنی تقریر میں حکومت کی اچھی پالیسیوں کی تعریف بھی کی ہے اور اس میں جو خامیاں ہیں ان کو پورا کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے فارن پالیسی پر جو بات کی تھی میں آپ سے گزارش کروں کہ اس حکومت نے آتے ہی کشمیر ایشو جو 1947 سے لے کر آج تک ایک ڈیڈ ایشو بنا ہوا تھا یا یہ ایشو ہمارے قائد شہید ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں اجاگر کیا گیا تھا یا محترمہ بے نظیر بھٹو کے دور میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کسی حکومت نے ہمت نہیں کی کہ کشمیر ایشو کو اس لیول پر دنیا میں لے جائیں۔ جناب چیئرمین! اس کا ثبوت یہ ہے کہ کاسابلانکا میں جو کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں پہلی مرتبہ کشمیریوں کے نمائندے، میر واعظ عمر فاروق اور مولانا انصاری جیسے لوگ تھے جو وہاں Indian held Kashmir کے لوگ ہیں وہ بھی شریک ہوئے تھے اور جس کا declaration سب کو پتا ہے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک ایجوکیشن کا تعلق ہے۔ ایجوکیشن کسی بھی مہذب قوم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کسی ملک کی خواندگی نہ ہو اور وہ مکمل طور پر ناخواندہ ہو تو وہ ملک ترقی نہیں کر سکتا ہے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری قائد محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی حکومت کے پہلے ہی بجٹ میں ایجوکیشن کو زیادہ بجٹ دیا ہے اور خاص کر پرائمری تعلیم کے لئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کافی نہیں ہے۔ جہاں تک ایجوکیشن اور صحت پالیسیوں کا تعلق ہے تو میں گورنمنٹ سے بھی گزارش کروں گا کہ ان دونوں subjects کے بجٹ کو بھی فوجی بجٹ کے برابر رکھا جائے تب کہیں جا کر یہ ملک ایجوکیشن اور صحت کے معاملے میں کچھ ترقی کر سکے گا۔

جناب چیئرمین! کچھ دوستوں نے کل بھی ایجوکیشن کے حوالے سے بھی بات کی تھی۔ اس میں سب دوستوں کی ایک متفقہ رائے تھی کہ جس طریقے سے ہمارے ملک میں پاپولیشن بڑھ رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ سنہ 2005 تک 20 کروڑ ہو جائے اور جب یہ 12 کروڑ سے 20 کروڑ ہو جائے گی تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے وسائل کس قدر محدود ہیں۔ کس طریقے سے اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر سب کو ایجوکیشن دینے کی کوشش کریں گے۔ میری گزارش نہ صرف ممبران سے بلکہ پوری قوم سے کہ پاپولیشن پلاننگ کے سلسلے میں گورنمنٹ سے تعاون کریں اور جب تک آپ آبادی کو کم نہیں کریں گے آپ اس ملک کو ترقی نہیں دے سکیں گے۔

جناب چیئرمین! آپ نے دیکھا کہ آئے دن پریس میں ہمارے مخالفین یہ بات کرتے ہیں کہ یہاں پر آج کل سیاسی انتقام چل رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ ہم نے آج تک کسی سے کوئی سیاسی انتقام نہیں لیا اور نہ ہی ہماری حکومت سیاسی انتقام پر یقین رکھتی ہے۔ سیاسی انتقام تو آپ نے دیکھا کہ ۶ اگست ۱۹۹۰ء کے بعد کیا ہوا تھا؟ تین سال تک سندھ میں کیا ہوتا رہا ہے، یہ راجہ صاحب اور دوسرے دوست اس وقت اسمبلیوں میں بیٹھے تھے، کس طریقے سے جام صادق اور مظفر شاہ نے پوری پوری راتیں لوگوں کی نیندیں حرام کی تھیں اور آپ کو پتا ہے کہ law and order کا حشر برا تھا۔

جہاں تک law and order کا تعلق ہے، میں کل ڈان اخبار پڑھ رہا تھا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے دوستوں نے اس بات کو قبول کیا ہے، یہاں روز چلاتے تھے، جس دن سے یہ حکومت آئی ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہمارے کچھ دوستوں کا یہ موقف تھا کہ کراچی سے فوج

کو واپس بھیجا جائے۔ میں ان دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ فوج بھیجی کس نے تھی؟ پہلے تو یہ انکار کرتے تھے لیکن یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل کے ڈان میں' میں نے یہ پڑھا ہے تو اس میں ہمارے اشتیاق اظہر سینیٹر صاحب کے الفاظ تھے کہ کسی صحافی نے ان سے about the military operation in Sindh سوال کیا۔ Senator Azhar said, It was starated with the consent of MQM.... It was started with the consent of MQM. میرے بھائی جب آپ کی مرضی سے آپریشن شروع ہوا تھا' آپ کی مرضی سے فوج کو بلایا گیا تھا اور جب فوج نے وہاں آپریشن شروع کیا تو آج پاکستان کے اس واحد ادارے جو پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کا محافظ ہے اس کو آپ بدنام کرنے کے کیوں آپ درپے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آرمی کے فلاں کمانڈر نے ہمیں کہا تھا اس لئے ہم نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا تھا۔ بھئی آپ ایک political party ہیں' آپ کو کیا واسطہ آرمی سے پوچھ کر الیکشن میں حصہ لینے کا۔ اگر آپ نے حصہ نہیں لیا تو وہ آپ کی مرضی تھی' آپ آج ڈیڑھ سال کے بعد کیوں چلا رہے ہیں ان بارہ سیٹوں پر دوبارہ الیکشن کرائیں۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ جب آپ کی مرضی آئے آپ الیکشن میں حصہ لیں جب آپ کی مرضی نہیں ہے تو آپ کہتے ہیں کہ ہم الیکشن سے باہر ہیں۔ آج آپ کیوں چلا رہے ہیں' ڈیڑھ سال کے بعد کہ ان 12 سیٹوں پر دوبارہ الیکشن کروائیں۔ کیا آپ نے اس وقت اس لئے الیکشن میں حصہ نہیں لیا کہ کچھ آپ ان سے مانگ رہے تھے۔ کچھ آپ ان سے چاہ رہے تھے۔ یہ تو give and take کی بات ہوتی ہے اگر آپ نے ان کی بات پہلے سے ہی نہ مانی ہوتی آپ نے الیکشن لڑی ہوتی' تو آج آپ قومی دھارے میں ہوتے اور آپ کو کسی نے الگ نہیں کیا ہوتا۔ کیا وجوہات تھیں آپ وہ وجوہات بھی بتا دیں کہ آپ نے کیوں الیکشن میں حصہ نہیں لیا۔ کیا آپ کو دلاسہ تھا کہ ہم الطاف حسین کو واپس لائیں گے' کس وجہ سے آپ نے حصہ نہیں لیا تھا۔ تو جناب والا یہ بالکل ہی بے بنیاد الزامات فوج پر لگائے جا رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ ان کے لئے اور ملک کے لئے ایک اچھی بات ہے۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ ایسے بے بنیاد الزامات فوج پر نہ لگائے جائیں جو ایک ملک کی سرحدوں کا محافظ ادارہ ہے۔

جناب چیئرمین! جو کچھ ان کے زمانے میں تھا وہ ان کو یاد نہیں رہا۔ اور آج اگر کوئی highest جوڈیشری میں جو ججوں کی تعیناتی ہوئی ہے۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے آئین کے آرٹیکل کے تحت ان کو اٹھایا جا رہا ہے۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے بھی کہا کہ مجھ سے

پوچھا گیا ہے اور میں نے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے منظوری دی ہے۔ جس طریقے سے منظوری پہلے دی جاتی تھی۔ کیا میں ان سے پوچھ سکتا ہوں کہ غوث علی شاہ کو کس نے ہائی کورٹ کا جج بنایا تھا۔ غوث علی شاہ اس وقت سندھ مسلم لیگ کا صدر تھا۔ ہائی کورٹ کے جج کی اسامی چھوڑ کر اس نے گھوٹکی کی سیٹ سے الیکشن لڑا تھا منسٹر بننے کے لئے۔ وہاں اس زمانے میں کیا ہوا تھا۔ ایک قانون ہے کہ دو سال تک کہ کوئی بھی گورنمنٹ ملازم نوکری چھوڑنے کے بعد الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اس نے تو ایک دن استعفیٰ دیا تھا دوسرے دن الیکشن لڑا۔ تو یہ ساری بے قاعدگیاں' بے قانونیاں انہی کے زمانے میں ہوئی تھیں۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ خوامخواہ ایک حکومت کو بدنام کرنے کے لئے اداروں کو بدنام کرنے کے لئے ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شروع سے ہی ہماری اپوزیشن جو بھی بات کرتی ہے اداروں کو تباہ کرنے کی بات کرتی ہے۔ اور ہماری جدوجہد جناب چیئرمین آپ کے سامنے ہے۔ ہم نے جو جدوجہد بھی کی ہے پاکستان پیپلز پارٹی نے یا اس کے قائد' شہید ذوالفقار علی بھٹو نے یا ان کی دلیر بیٹی نے وہ ہمیشہ اداروں کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ نہیں ہم نے کیا ہے کہ اداروں کو تباہ کریں جس طریقے سے اب یہ دوست تباہ کر رہے ہیں۔ ان کا حق تھا کہ یہ شور کرتے' وہاں اپنے بنچوں پر کھڑے ہو کر۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدر تقریر کر رہا ہے لوگ وہاں سے اٹھ کر' وہاں سے بھاگ کر صدر کو مارنے کی کوشش کریں' یہ کس قانون میں لکھا ہے یہ کس مہذب قوم میں ہوا ہے' یہ کس پارلیمنٹ میں ہوا ہے۔ لیکن یہ یہی دوست کر رہے ہیں' ابھی حکومت بنی ہی نہیں ہے پہلے دن سے انہوں نے کہا کہ بالکل منصفانہ الیکشن ہوئے ہیں۔ دو مہینے گزرے کہا کہ نہیں صحیح ہے بالکل الیکشن تو اسی طرح سے ہوئے جس طریقے سے ۹۰ میں ہوئے تھے۔ تو بھی آپ خود مانتے ہیں کہ ۹۰ میں کس طریقے سے الیکشن ہوئے تھے۔ لیکن اس الیکشن کو تو اس Floor of the House میں ہر دوست نے' ہر ممبر نے مانا ہے۔ کہ یہ صحیح طریقے سے الیکشن ہوئے تھے اور اس کے نتیجے میں جو گورنمنٹ بنی وہ جائز تھی۔ لیکن دو تین مہینے کے بعد' سائیں حکومت کو ہٹاؤ جلاؤ گھیراؤ' پہلے دن سٹیٹمنٹ آئی تھی کہ ہم کسی مارچ وارچ کو نہیں جانتے ہیں۔ نہ ہمیں یہ مارچ آتا ہے۔ دو مہینے کے بعد شروع ہوا کہ ہم ٹرین مارچ کر رہے ہیں۔ بابا آپ ٹرین مارچ کریں آپ کو کھلی آزادی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کراچی سے خیبر تک پنڈی تک کسی ٹرین کو نہیں روکا گیا۔ جناب چیئرمین جب ہم نے ٹرین مارچ کیا تھا۔ پوری

سرحدوں کو توڑ دیا تھا، پلوں کو توڑ دیا تھا، راستوں کو بلاک کر دیا تھا۔ آپ کو پتا ہو گا کہ بلوچستان سے لوگ زیارت کی طرف سے آرہے تھے وہ بھی راستہ کاٹ دیا گیا تھا۔ اگر سبی کی طرف سے آرہے تھے تو وہاں سے بلاک کر دیا گیا تھا۔ یہ سارے بلوچستان کے دوست بیٹھے ہیں ان کو پتا ہو گا، آپ بھی بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہ اس زمانے میں کس طریقے سے ہوتا تھا۔ فرنٹیئر سے جو لوگ آرہے تھے آپ نے دیکھا کہ اٹک پر پلوں کو توڑ دیا اور بریکٹ بیچ میں لگا دیا۔ دیواریں کھڑی کر دیں۔ ہم نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا ہم نے کہا کہ آپ آجائیں۔ لوگ ہی آپ کو ٹھکرا رہے ہیں ہم کیا کریں۔ آپ کو تو لوگوں نے ہمیشہ ٹھکرایا ہے۔ جب بھی آپ آئے ہیں دھاندلی اور دھونس یا مارشل لاء کی وجہ سے آئے ہیں لیکن جمہوری طریقے سے کبھی بھی آپ لوگ پاور میں نہیں آئے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ اگر جمہوری طریقے سے اس ملک میں کسی نے حکمرانی کی ہے تو وہ واحد پاکستان پیپلز پارٹی ہے کوئی اور جماعت نہیں۔

جناب چیئرمین! اسی law and order situation پر دوستوں نے کہا کہ یہ جو ایم۔ کیو۔ ایم۔ پر مقدمات ہیں انہیں withdraw کیا جائے، یا کیوں withdraw کئے جائیں؟ یہ مقدمات ہم نے نہیں بنائے تھے۔ پرسوں کے اخبار ڈان میں اور دوسرے اخباروں میں بھی تھا کہ نواز شریف صاحب لندن جا رہے تھے، کراچی ائیرپورٹ پر اس نے بیان دیا کہ یہ الزام ہم پر غلط ہے کہ ہم نے مقدمات بنائے تھے، یہ سچ ہے کہ مقدمات ہمارے دور میں بنے تھے لیکن یہ الزام غلط ہے کہ ہم نے بنائے تھے اور یہ بات میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا کہ یہ کیوں بنے تھے۔ بابا اگر تم واقعی سیاستدان ہو، اور تم میں اتنی courage ہے تو تم بتا دو کہ آپ نے مقدمات کیوں بنائے تھے؟ کس کے کہنے پر بنائے تھے؟ اگر آپ آج ان لوگوں کا نام نہیں لے سکتے تو انہی لوگوں نے تو آپ کو کرسی پر بٹھایا تھا، آج کیوں آپ ان سے ڈرتے ہیں؟ سچ بات کہنے میں کیا حرج ہے؟ آج آپ تین چار سال کے بعد کہتے ہیں کہ جب مقدمات بن گئے، یہ ہمارے دور میں بنے، ضرور بنے تھے لیکن میں نے نہیں بنائے تھے۔ اگر آپ نے نہیں بنائے تو پھر آپ کو اس ملک کا پرائم منسٹر بننے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اگر آپ کو اتنے اختیارات بھی نہیں تھے کہ آپ پرائم منسٹر ہوں اور آپ کو پتا ہی نہ ہو کہ سندھ میں کیا ہو رہا ہے، پنجاب میں کیا ہو رہا ہے، بلوچستان میں کیا ہو رہا ہے، فرنٹیئر میں کیا ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کی بدقسمتی تھی کہ اس جیسا آدمی اس ملک کا پرائم منسٹر بنا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔اعوان صاحب ذرا ٹائم کا بھی خیال رکھیئے گا۔

جناب امداد علی اعوان۔ ابھی تو میں نے شروع کیا ہے ' آپ نے دوسروں کو آدھ آدھ گھنٹے سے زیادہ ٹائم دیا ہے - جناب چیئرمین ! میری یہ گزارش تھی کہ ہم آج بھی ان تلخیوں باتوں پر نہیں جانا چاہتے ' آج بھی ہماری گورنمنٹ کا اور ہم سب کا یہی موقف ہے۔ کہ ہم dialogue پر یقین رکھتے ہیں ' ہر political party چاہتی ہے کہ dialogue کے ذریعے اس ملک کے مسائل دور ہوں ' آپس میں جماعتیں بیٹھیں ' ان کے مسائل دور ہوں - ہم dialogue پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ ایک جمہوری آدمی ' جمہوریت پسند political party ہمیشہ dialogue پر یقین رکھتی ہے اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہماری چیئرپرسن محترمہ بینظیر بھٹو نے آج تک دس بارہ مرتبہ اپیلیں کی ہیں کہ آئیں ' بیٹھیں ' ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں - میں آج بھی ان دوستوں سے یہی گزارش کروں گا کہ اس وقت ملک کسی بھی جھگڑے یا کسی بھی clash کا متحمل نہیں ہو سکتا ' خدارا اس ملک کو بچانا ہے تو بیٹھیں ' dialogue کریں ' جو آئین میں ضروری قانونی ترمیمیں ہیں ' ان پر بات کریں ' خواتین کی نشستیں بحال کریں اور بھی جو amendments ہیں ' مل بیٹھ کر کریں - جیسے ہمارے قائد شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ تھا کہ 47 ، کے بعد 73، تک اس ملک میں کوئی متفقہ آئین نہیں تھا - یہ 1973 ، کا واحد متفقہ آئین ہے جس پر ملک کی ساری پارٹیوں نے دستخط کئے تھے ' خواہ ان کا تعلق کسی بھی جماعت سے تھا - تو آج بھی میں دوستوں سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ سب مل کر بیٹھیں ' متفقہ طور پر اس میں ترمیم کریں کہ آج کے حالات میں یہ ملک ہم سے کیا چاہتا ہے ' ہم یہاں اس لئے نہیں آ کر بیٹھتے کہ ایک دوسرے کو گالی گلوچ کریں ' چوبیس گھنٹے بیٹھ کر ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں ' ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ کچھ اپنی قوم کی خدمت کر سکیں - اس لئے میں ان دوستوں سے ' سب سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ مل بیٹھیں اور جو ملک کے مفاد میں ہے ' جو اس قوم کے مفاد میں ہے ' اس کو سامنے رکھ کر آپ اس میں ترمیم کریں - مہربانی ' بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے سنا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔بہت بہت شکریہ اعوان صاحب' بڑی مہربانی - جناب سید احسان شاہ صاحب اور اس کے بعد اکرم شاہ صاحب آپ کی باری ہے۔ جی جناب سید احسان شاہ صاحب۔

سید احسان شاہ۔ شکریہ جناب والا! جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے اسے اہم موقع پر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی ہے۔ جناب والا! زیر بحث موضوع 14 نومبر 1994ء کو صدر پاکستان کا مجلس شوریٰ سے خطاب ہے۔ جناب والا! اس خطاب کے دوران' اسمبلی ہال کے اندر جو واقعات رونما ہوئے وہ جمہوری نہیں تھےاور اپوزیشن کا جو رویہ تھا وہ بھی جمہوریت کی عکاسی نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسمبلی ہال کے باہر حکومت کا رویہ اور حکومت کے لوگوں کا رویہ بھی جمہوری نہیں تھا۔ اسمبلی کے اندر جناب فاروق احمد خان لغاری جو اس ملک کے منتخب صدر تھے ان کو خطاب کرنے سے روکا گیا۔ اسی طرح سے پارلیمنٹ کے باہر اپوزیشن کے ممبران جو اس ملک کی پارلیمنٹ کے ممبر تھے ان کے اس احتجاج کی بنا پر ان کو سزا دی گئی اور حکومتی حلقوں کے آدمیوں نے ان کی جو مار کٹائی کی وہ بھی جمہوری رویہ نہیں تھا۔

جناب والا! اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ جناب صدر پاکستان کا خطاب جو انہوں نے 14 نومبر 1994ء کو کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ملک میں روز مرہ کی تمام مشکلات کا ذکر کیا اور ملک کی اندرونی اور بیرونی مشکلات کا بھی ذکر کیا۔ جناب والا' میری نظر میں ان کی تقریر کے چند اہم نکات یہ ہیں' ملک میں انتخابات' پارلیمنٹ کی کارکردگی' امن و امان کا مسئلہ' اقتصادیات' تعلیم و صحت' اور امور خارجہ یہ ان کی تقریر کے بنیادی نکات تھے جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ جناب والا! انتخابات کو میں پہلے لیتا ہوں۔ جب یہ ملک وجود میں آیا' جب مملکت خداداد پاکستان بنی' تو اس کے بعد ہم نے عوامی اہمیت کو کم جانا اور عوامی اہمیت پر ہم نے انحصار نہیں کیا بلکہ ملک کے اندر محلاتی سازشوں نے اور غیر جمہوری رویوں نے ایوانوں میں اپنا گھر بنا لیا۔ ہم سب کو یاد ہے کہ اس ملک میں گورنر جنرل غلام محمد کے نام سے ایک شخص کو مسلط کیا گیا جس نے ہفتوں اور دنوں کے اندر وزراء اعظم بدلے۔ اس پر ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے کہا کہ میں اتنی دھوتیاں نہیں بدلتا ہوں جتنے پاکستان میں وزیر اعظم بدلے جاتے ہیں۔ اس کے یہ الفاظ پوری قوم کے لئے شرم کا باعث تھے۔

جناب والا! میں زیادہ گہرائی میں نہیں جانا چاہتا میری مختصراً گزارش یہ ہے کہ میری نظر میں اور پاکستان نیشنل پارٹی کی نظر میں اس ملک میں جو صحیح اور شفاف الیکشن ہوئے وہ 1970 کے تھے۔ جب یحییٰ خان صاحب نے ون یونٹ توڑ کر اس ملک کے پانچ صوبے بنائے اور پہلی مرتبہ اس ملک کے عوام کو one man one vote کا حق دیا گیا۔ اس میں تین قوتیں ابھر کر

سامنے آئیں ۔ ایک عوامی لیگ جس کی بنیاد مشرقی پاکستان میں تھی، دوسری پاکستان پیپلز پارٹی جس کی بنیاد موجودہ پاکستان کے دو صوبوں میں تھی تیسری نیپ ۔ لیکن اس الیکشن کے نتائج کو نہ مان کر موجودہ پاکستان کے لیڈروں نے مشرقی پاکستان کے لیڈروں کے ساتھ، مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ زیادتی کی ۔ جناب والا! اس الیکشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ سابقہ مشرقی پاکستان آج دنیا کے نقشے پر بنگلہ دیش کے نام سے جانا جاتا ہے ۔ یہ 1970ء کے الیکشن کے نتائج کو نہ ماننے کا نتیجہ تھا اور وہیں سے ہم نے اس ملک میں الیکشن کے نتائج کو نہ ماننے کی بنیاد رکھ دی ۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ اکثریتی آبادی والے صوبے نے اقلیتی آبادی والے صوبوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ۔ جناب والا! یہ دنیا میں ایک انوکھا واقعہ تھا۔ ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ اقلیت نے اکثریت کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے ۔ اقلیت نے کہا کہ جناب اکثریت میرے حقوق کھا گئی ہے ۔ اقلیت نے کہا کہ اکثریت نے میرے خلاف زیادتی کی ہے لیکن یہاں پر اکثریت نے کہا کہ اقلیت میرے حقوق کھا گئی ہے ۔ جناب والا! اس کے بعد جو کچھ ہوا میں سمجھتا ہوں کہ اس پارلیمنٹ میں، اس ایوان میں بیٹھنے والے سب ممبران کو اس کا علم ہے ۔ اس کے بعد 1977ء کے الیکشن ہوئے ۔ 1977ء کے الیکشن میں جو ہنگامے، جو فسادات ہوئے، حکمران جماعت کا جو رویہ تھا اس کے خلاف اپوزیشن جماعتوں نے جو alliance بنایا اس سے پورے ملک میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا ۔ جس کے بعد ملک مارشل لاء کی زنجیروں میں جکڑا گیا ۔

جناب والا! اس کے بعد 1985ء میں الیکشن ہوئے ۔ 1985ء کے الیکشن میں اس وقت کی حکمران جماعت نے غیر جماعتی انتخابات منعقد کرائے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ الیکشن اس ملک کے جمہوری کلچر کے لئے زہر قاتل ثابت ہوئے ۔ ملک کے عوام چھوٹے چھوٹے گروہوں میں، چھوٹی چھوٹی برادریوں میں اور انفرادی سوچوں میں بٹ گئے ۔ اجتماعی سوچ، ملکی مفادات یہ سب چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں ۔ جناب والا! اس کے بعد 1988ء کے الیکشن ہوئے ۔ جناب غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب جو اس وقت کے نگران وزیر اعظم تھے ۔ انہوں نے الیکشن کے بعد یہ کہا کہ یہ الیکشن مشکوک ہیں ۔ درمیان میں بہت ساری باتیں تھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے تلخیاں پیدا ہوں گی میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے میں 1990ء کے الیکشن پر آتا ہوں۔ اپوزیشن نے آٹھ ماہ کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ rigged

الیکشن تھے۔ اس وقت بھی پاکستان نیشنل پارٹی کا موقف یہ تھا کہ جیسے تیسے ایک جمہوری نظام وجود میں آیا ہے۔ مہربانی کر کے اس کو چلنے دیا جائے اس کا تحفظ کیا جائے لیکن اپوزیشن نے اپنے مفادات کی خاطر اس نظام کو داؤ پر لگا کر اپنی ہوس اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے۔ نتیجہ یہ ہوا جناب والا! کہ وہ اسمبلی تحلیل کر دی گئی۔ پھر 1993ء کے الیکشن منعقد ہوئے۔ جو فوج کی نگرانی میں منعقد کرائے گئے۔ جس کا صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں ذکر کیا ہے کہ بہت ہی صاف شفاف اور غیر جانبدارانہ الیکشن تھے۔ میں جناب والا! اس حد تک ماننے کو بالکل تیار ہوں کہ صاف اور شفاف تھے کہ بیلٹ پیپر پر سٹمپ لگا کر بیلٹ بکس میں وہ نہیں ڈالے گئے لیکن میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ اس الیکشن میں بھی اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے اپنی مرضی کے لوگوں کو لانے کے لئے سرکاری مشینری نے اور مختلف ایجنسیوں نے کوئی کام نہیں کیا۔ جس کی واضح مثال اشتیاق اظہر صاحب ہیں جو اس ایوان میں بیٹھے ہیں۔

جناب والا! جن دنوں الیکشن منعقد ہو رہے تھے ان دنوں میں کراچی میں تھا۔ میں نے شام کے کسی اخبار میں اشتیاق اظہر صاحب کا بیان پڑھا تھا جو اس دن کور کمانڈر سے مل کر آئے تھے۔ انہوں نے اخبار میں یہ بیان دیا کہ جناب ہمیں تو الیکشن میں جانے سے زبردستی روکا جا رہا ہے اور میری گزارش ہوگی اشتیاق اظہر صاحب سے اگر انہوں نے تقریر نہیں کی تو جب وہ تقریر کے لئے اٹھیں تو وہ ان تمام باتوں کو واضح الفاظ میں کہیں تاکہ اس ایوان کو معلوم ہو کہ الیکشن میں انہیں روکا گیا ہے۔ چونکہ اس وقت اس ملک کے حکمرانوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ MQM کو ہم نے قومی سطح پر کوئی رول نہیں دینا ہے اور اس کے ٹھیک 2 دن بعد صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن ہوتے ہیں۔ اس میں MQM کو اجازت مل جاتی ہے کہ آپ جائیں اور الیکشن میں حصہ لیں۔ ان باتوں سے، اس طرح کے بیانوں سے ہم کیا اندازہ لگائیں کہ یہ صاف اور شفاف الیکشن تھے۔ صاف اور شفاف الیکشن اس حد تک تھے کہ بیلٹ پیپر پر سٹمپ لگا کر بیلٹ بکس میں نہیں ڈالے گئے لیکن اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے دوسرے طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔ جناب والا! اس کے بعد بات آتی ہے پارلیمنٹ کی کارکردگی کی۔ ہم اپنے ملک کی پارلیمانی سیاست کو اٹھا کر دیکھیں تو ہمیں ایسے لگتا ہے کہ۔۔۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: شیخ صاحب، مداخلت نہ کریں۔ تشریف رکھیں۔ تقریر جاری رکھیں جناب!

سید احسان شاہ: جناب، ہم اپنے ملک کی پارلیمانی سیاست کو دیکھیں کہ ہم نے پارلیمنٹ کو اس کا جائز مقام، جائز حیثیت جو آئین میں ہے، کب دی ہے۔ الیکشن کے بعد پارلیمنٹ کی ایک حیثیت ہوتی ہے۔ جب لیڈر آف دی ہاؤس نے اعتماد کا ووٹ لینا ہوتا ہے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ پارلیمنٹ کی آنکھیں بند کی جاتی ہیں کہ اوپر سے جو احکامات آئیں وہ اس پہ انگوٹھا لگاتی رہے۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں تو 3 اسمبلیاں تی ہیں۔ تینوں میں، میں نے یہی دیکھا ہے کہ اوپر سے جو احکامات آتے ہیں، قومی اسمبلی اس پہ آنکھیں بند کر کے انگوٹھا لگاتی ہے۔ کسی کو بحث کی اجازت نہیں ہوتی۔ کسی کو اس بل کی مخالفت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا صحیح کردار اس وقت سامنے آئے گا۔ جب ہم اس ملک میں پارلیمنٹ کو آئین کے مطابق اس کی حیثیت دیں گے۔ آئین میں جو اس کی حدود ہے۔ ہم اس کو اس حد تک جانے کی اجازت دیں۔ لیکن جناب والا! غضب تو یہ ہے کہ یہاں جتنے صدر صاحبان آئے جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں تو انہوں نے اس پارلیمنٹ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ جناب آپ 1985ء کی اسمبلی دیکھ لیں جو غیر جماعتی الیکشن کی وجہ سے وجود میں آئی۔ پھر آپ 1988ء کی اسمبلی دیکھ لیں۔ پھر آپ 1990ء کی اسمبلی دیکھ لیں۔ آپ ان تمام اسمبلیوں کے dissolve ہونے کی وجوہات پہ غور کریں گے تو آپ کو ایک ہی مقدمہ ایک ہی جرم دکھائی دے گا کہ ان کا جرم یہ تھا کہ ان پارلیمنٹس نے ان ایوانوں نے اپنے اختیارات کو جو قانون کے تحت حاصل تھے ان کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہی ان کا جرم تھا جس کی وجہ سے ان کو تحلیل کیا گیا۔ جناب 1990ء میں مشترکہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں آئین کا آرٹیکل 234 منظور کیا گیا۔ کیونکہ ایک اکائی میں بدامنی انتہا پہ تھی۔ اس مشترکہ اجلاس میں بھی شامل تھا۔ ہم نے یہ منظور کیا کہ جناب آئین کے تحت اس صوبے کے اختیارات پارلیمنٹ کو دیئے جائیں۔ لیکن ایک صدر صاحب نے اس کی مزاحمت کی۔ پارلیمنٹ کی اختیارات کو چیلنج کیا۔ وہ پارلیمنٹ کو اس کا جائز مقام دینے کے لئے راضی نہیں تھے۔

اور ملک میں جو حالات ہوئے وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ جناب ہم مختلف Forums میں ' عام debates میں اسمبلی کی بالادستی ' اسمبلی کی فلاں وغیرہ کے راگ الاپتے رہے لیکن جب تک کے اپنے آئین میں' جب تک کہ اپنے ملکی قانون میں اسمبلی کو اس کا جائز مقام نہیں دیتے ۔ اس وقت تک یہ تمام باتیں بے کار ہیں۔

جناب والا! موجودہ حکومت کا رویہ دیکھ لیں۔ موجودہ حکومت نے نیشنل اسمبلی کے اسپیکر کی رولنگ کو نہیں مانا ۔ سینٹ کی رولنگ کو نہیں مانا۔ اسمبلی کے اندر کے واقعات کو جاکر تھانے دار کے حوالے کرنے کی کوشش کی۔اس سے بڑی بدقسمتی ' اس سے بڑی زیادتی پارلیمنٹ کے ساتھ کیا ہو سکتی ہے میں دعویٰ کے ساتھ کہتا' ہوں آج سے' نہیں جس دن سے یہ ملک وجود میں آیا ہے اس دن سے آج تک کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں۔ہر حکومت نے' ہر حکمران نے پارلیمنٹ کے ساتھ زیادتی کی ہے ۔عوامی رائے کے ساتھ زیادتی کی ہے ۔محلاتی سازشوں کو اہمیت دی ہے۔ جو کہ اس ملک کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔

جناب والا! تیسرا اہم مسئلہ جو president صاحب نے اپنی speech میں بیان کیا ہے ۔ وہ ہے امن و امان کا مسئلہ ۔ جناب والا! ملک میں امن و امان کا مسئلہ آج اتنی شدت اختیار کر چکا ہے کہ ملک کی چار اکائیوں میں سے تین اکائیاں بدامنی کی لپیٹ میں ہیں۔ پہلے تو جناب والا! ہم سندھ کو لیتے ہیں۔ جس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے آج سے ٹھیک تین چار دن پہلے اس ایوان میں امن و امان کے مسئلہ پر بحث کی۔ اس کے بعد آ جاتا ہے پنجاب جہاں فرقہ واریت اور اس قسم کے رجحانات جنم لے رہے ہیں۔تیسرا جناب والا! صوبہ میرا اور آپ کا صوبہ ہے۔ جس کو بلوچستان کہتے ہیں۔وہاں گو کہ کوئی مذہبی لسانی جھگڑے نہیں۔ لیکن ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ بلوچستان میں بھی قبائلی تضادات موجود ہیں۔ وہاں تقریباً پانچ چھ قبائل ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں۔ جس نے کوئٹہ کے امن و امان کو تہ و بالا کیا ہوا ہے۔

جناب! میرے خیال میں ملک میں اتنی بدامنی پہلے کبھی نہیں تھی جتنی آج ہے۔ ملک کی چار اکائیوں میں سے تین اکائیوں میں بدامنی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ملک کے امن و امان کو سب سے زیادہ خطرہ فرقہ واریت سے لاحق ہے۔ حالانکہ میری نظر میں یہ مسئلہ اس دن ختم ہو گیا تھا جب برصغیر تقسیم ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔ چونکہ پاکستان کو بنانے والے کوئی شیعہ' کوئی سنی' کوئی بریلوی' کوئی دیوبندی نہیں تھے۔ وہ صرف مسلمان تھے۔ پاکستان کو بنانے

ہیں صرف مسلمانوں نے کام دکھایا۔ اس وقت کوئی شیعہ نہیں تھا، کوئی سنی نہیں تھا، کوئی مہاجر نہیں تھا، کوئی یہاں سے نہیں تھا، کوئی وہاں سے نہیں تھا۔ میری نظر میں یہ مسئلہ اس دن ختم ہو گیا تھا جب ہم نے برصغیر کی تقسیم کی۔ لیکن اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ فرقہ واریت کے نام پر یہاں پر کئی گروہ وجود میں آئے۔ وجہ یہ تھی کہ یہاں پر سیاسی نظام نہیں تھا۔ محلاتی سازشوں کی وجہ سے اس وقت کی حکومتیں مصلحتوں کا شکار ہو گئیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ شروع دن سے ہم ایسے لوگوں کی سرکوبی کے لیے میدان میں آتے کہ جناب، کوئی شیعہ، کوئی سنی، کوئی بریلوی، کوئی دیوبندی نہیں ہے۔ یہاں صرف پاکستانی رہتے ہیں۔ لیکن اس وقت کے حکمران اس وقت کی فوجی مصلحتوں کے شکار ہو گئے۔ اور انہوں نے انہیں چھوٹ دے دی۔ جس کی سزا آج میں اور آپ اور آئندہ ہماری آنے والی نسلیں بھگتیں گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ احسان شاہ صاحب، wind up کیجئے گا۔

سید احسان شاہ۔ جناب، میں اپنی جماعت کا واحد نمائندہ ہوں، آپ مہربانی کر کے مجھے باقی لوگوں سے تو ذرا زیادہ ٹائم دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی مجھے علم ہے اس کا۔ میں اس لئے گزارش کر رہا ہوں کہ ابھی اور مقرر بھی ہیں۔

سید احسان شاہ۔ جناب میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے توسط سے یہ کہوں گا کہ فرقہ واریت نے پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ جناب والا! آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ بی جے پی جس کی آج سے آٹھ دس سال پہلے ہندوستان کی لوک سبھا میں تین چار سیٹیں تھیں، آج وہ لوک سبھا میں second largest party ہے۔ اور جس کا لیڈر ایک ہندو انتہا پسند ایل کے ایڈوانی ہے۔ جس کے نزدیک ہر مسلمان واجب القتل ہے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ ابھی جو انڈیا میں حالیہ الیکشن ہوئے وہاں سے بھی مذہبی جماعتوں نے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہ اگرچہ موضوع سے ہٹ کر باتیں ہیں لیکن جب تک ہم آس پاس کے حالات پر نظر نہیں رکھیں گے اس وقت تک ہم اپنی سمت کو درست نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ یہ بات کہنے کی مجھے اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ اجازت ہے آپ کو جی، بالکل جو کچھ بولنا چاہیں آپ بول

سکتے ہیں۔

سید احسان شاہ۔ جناب والا! اگر خدانخواستہ انڈیا میں ایل کے ایڈوانی جیسے لوگ اقتدار میں آ گئے اور ہمارے ہاں مذہبی عناصر جو آج کل سرگرم ہیں، ان کی حکومت بن گئی، تو ان کے لیے ہندو واجب القتل ہیں اور ان کے لئے ہر مسلمان واجب القتل ہے۔ تو یہ پورے برصغیر کی ایک ارب آبادی ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گی۔ پھر تو پورا برصغیر ایک میدان جنگ بن جائے گا۔ لہذا میری گزارش ہے کہ ہمیں اردگرد کے حالات پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ جناب والا! چوتھی بات اقتصادیات ہے۔ جس ملک کے بجٹ کی سب سے بڑی مدیں دو چیزیں ہوں، ایک فوجی اخراجات اور دوسرے غیرملکی قرضوں کی ادائیگی۔ اور اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہم ترقی پذیر ملک ہیں۔ جناب والا! اس پر مجھے اختلاف ہے۔ جس ملک کے بجٹ کی سب سے بڑی دو مدوں میں فوجی اخراجات اور غیرملکی قرضوں کی ادائیگی ہو، وہ ترقی پذیر ملک نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو نشانیاں ہیں زوال پذیر ملک کی۔ آپ نے باقی social activities میں کتنے پیسے دیئے ہیں سارا پیسہ تو غیر ملکی قرضوں کی ادائیگیوں میں اور فوجی اخراجات پر صرف ہو رہا ہے۔ جناب والا! ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک کے اندر ایک واضح اقتصادی پالیسی عمل میں لائی جائے جو کہ غیر ملکی، بین الاقوامی سرمایہ دار کمپنیاں غیر ملکی سرمایہ کار ایجنسیوں کے تسلط سے بالکل آزاد ہو اور اس ملک کے بارہ کروڑ عوام کی نمائندگی کرتی ہو، اس کی عکاسی کرتی ہو، ہمیں ایسی پالیسی اپنانی چاہیئے۔ جناب والا! ہم اخبار میں دیکھتے ہیں، ریڈیو پر سنتے ہیں کہ دنیا میں بڑی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ دنیا میں ایک بلاک کے ٹوٹنے سے اب کوئی بلاک نہیں رہا، اور تمام ملکوں پر خوشگوار تبدیلیاں آئیں گی۔ لیکن جناب والا! میں یہ دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ خوشگوار تبدیلیاں آئی ہیں اور ضرور آئی ہیں، لیکن وہ third world کے ملکوں کے لئے نہیں آئی ہیں، خوشگوار تبدیلیاں یورپی ملکوں کے لئے آئی ہیں، امریکہ کے لئے آئی ہیں، روس کے لئے آئی ہیں اور باقی ملکوں کے لئے آئی ہیں۔ دیوار برلن کے ٹوٹنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب دو بلاک تھے تو اس وقت چھوٹے ملکوں کو، غریب ملکوں کو فوجی ٹینکوں کے ذریعے، فوجی جہازوں کے ذریعے، فوجی بوٹوں کے ذریعے روندا جاتا تھا اور آج بڑے بڑے مالیاتی اداروں کے ذریعے ان کو اقتصادی غلامی کی زنجیریں پہنائی جا رہی ہیں۔ یہ کون سی تبدیلی ہے؟

جناب والا! پہلے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس

ملک کے لئے ایک ایسی اقتصادی پالیسی اپنائیں جو کہ حکومتوں کی تبدیلی سے بے نیاز ہو۔ جو صرف اس ملک کی' اس ملک کے عوام کے مفادات کا تحفظ کرتی ہو۔ یہی میری گزارش ہے اقتصادیات کے متعلق۔

جناب والا' آخری اور اہم نکتہ امور خارجہ ہے۔ امور خارجہ میں ہم دیکھ لیں' جب ہمارا ملک وجود میں آیا' اس وقت ہمیں دونوں بلاکوں سے offers ہوئیں کہ جی آپ آئیں ہمارے پاس۔ رشین بلاک سے اور امریکن بلاک سے۔ ہم نے امریکن بلاک کو ترجیح دی۔ کیونکہ اس وقت ایک ہوا تھا کہ جی رشیا میں خدا کو نہ ماننے والوں کی حکومت ہے' وہ خدا کو نہیں مانتے' وہ کسی مذہب کو نہیں مانتے' وہ فلاں کو نہیں مانتے' اس لئے ہم نے ترجیح دی امریکہ کو۔ اور آج تک اپنی خارجہ پالیسی میں ہم نے پاکستان کی جنگ نہیں لڑی بلکہ ہم نے امریکہ کی جنگ لڑی۔ آپ دیکھیں جناب والا' صومالیہ میں اپنے مسلمان بھائیوں پر ہم نے فوج بھیجی۔ ہماری فوج نے وہاں جا کر اپنے ہاتھ ان کے خون سے رنگے۔ اب یہ ہمارے مفاد میں تھا یا امریکہ کے مفاد میں تھا؟ ہم نے کویت کے مسئلے پر اپنی فوج بھیجی عراق کے خلاف' یہ ہمارے مفاد میں تھا یا امریکہ کے مفاد میں تھا؟ ہم نے جناب والا! افغانستان میں اپنی فوجیں بھیجیں اور وہاں ہم نے اس جنگ کی حمایت کی۔ کیا یہ ہمارے مفاد میں تھا؟ آج ہم دیکھ رہے ہیں' تمام پاکستانی دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہمارے مفاد میں تھا یا ان کے مفاد میں تھا؟ ہم نے جناب والا! باہر کے تمام کے تمام محاذوں پر امریکہ کی جنگ لڑی ہے اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ آج بھی ہم پر اعتبار نہیں کرتے۔ وہ آج بھی ہم سے زیادہ انڈیا کو اہمیت دے رہے ہیں۔ یہ ہماری پالیسی' سینتالیس سالہ فارن پالیسی کا نتیجہ ہے۔ پیسے بھی ہم نے دے دیئے ہیں F-16 کے لئے اور وہ جہاز بھی ہمیں نہیں دیئے جا رہے۔ اور امریکہ نے چند غلے کی بوریاں دے کر ہمیں غلام بنایا۔ جبکہ رشیا نے ہمیں اسٹیل مل دے دی' جو کہ ہماری اکانومی میں' ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی تو نہیں ہوسکتی لیکن اچھا مقام رکھتی ہے۔ امریکہ نے ہمیں کیا دیا ہے؟ جب بنگلہ دیش میں ہم اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے اس وقت امریکہ نے ہماری کیا مدد کی' سوائے چند بیانات کے۔ جناب والا' میری گزارش یہ ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی ایسی ہونی چاہیئے جو کسی باہر کے ملک کے مفادات کا تحفظ نہ کرتی ہو جو صرف اور صرف پاکستان اور اس ملک کے بارہ کروڑ عوام کے مفادات کا تحفظ کرتی ہو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں کہ ہم امریکہ کی جنگ اپنی سرزمین پر لڑیں' لیبیا کی جنگ' افغانستان کی جنگ'

سعودی عرب کی جنگ پاکستان کی سرزمین پر لڑیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ ہماری خارجہ پالیسی کی ناکامی ہوگی۔ ہمارے سامنے دوسرے بھی اسلامی ممالک ہیں کیا کسی نے ایسا کیا ہے؟ کسی نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی سرزمین پر جنگ نہیں لڑی۔ لیکن تین مرتبہ ہم نے امریکہ کی جنگ اپنی سرزمین پر لڑی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع عطا فرمایا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ، ڈاکٹر محمد ریحان۔

ڈاکٹر محمد ریحان۔ جناب والا! میں پوائنٹ آف انفارمیشن پر عرض کروں گا کہ آپ کی فہرست کے مطابق میرا نمبر کون سا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ اس فہرست کے مطابق آپ کا نمبر چھٹا ہے۔

ڈاکٹر محمد ریحان۔ جناب والا! صبح میں نے جو سیکرٹری صاحب کے پاس فہرست دیکھی اس میں میرا تیسرا نمبر تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ یہ دیکھ لیں میرے پاس آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ جناب اکرم شاہ صاحب۔

جناب اکرم شاہ۔ جناب والا! صدر صاحب نے 14 نومبر کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے بڑی تفصیل سے پارلیمانی روایات، پارلیمانی اخلاقیات، پارلیمنٹ کے ارکان کے شائستہ رویئے پر بات کی۔ انہوں نے پارلیمان کے ارکان کو سمجھایا کہ ایک دوسرے کے خلاف گالم گلوچ، تلخ کلامی وغیرہ کوئی اچھی پارلیمانی قدریں نہیں ہیں، پارلیمنٹ میں اچھا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ لیکن جناب چیئرمین، بڑا افسوس ہے کہ اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد جب وہ یہاں سے تشریف لے گئے تو شاید ابھی ان کا پسینہ بھی خشک نہیں ہوا ہوگا جو تقریر کے دوران آ رہا تھا کہ پورا پارلیمنٹ ہاؤس میدان کارزار بن گیا اور یہاں پر بہت سے ممبرز اپاہج بنا دیئے گئے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں ایمبولینس اس طرح انداز میں داخل ہوئی جیسے دو ملکوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہو اور ریڈ کراس زخمیوں کو اٹھانے آئی ہو۔ جناب اب تک شاید پارلیمنٹ کے بعض ارکان ہسپتالوں میں ہیں یا علاج کے لئے باہر بھیج دیئے گئے ہیں یا خود چلے گئے ہیں۔ بہر حال نتیجتاً بہت سے ارکان پارلیمنٹ اپاہج بن گئے ہیں۔

جناب صدر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ پارلیمنٹ کی بالادستی ' اقتدار اور تقدس کو بحال ہونا چاہیئے۔ ہمیں اس کو مدنظر رکھنا چاہیئے لیکن جناب والا! جیسے کہ آپ تمام جانتے ہیں کہ پچھلے پانچ مہینوں میں پارلیمنٹ میں کچھ نہیں ہو رہا سوائے اس بات کے کہ سپیکر صاحب کی رولنگ نہیں مانی گئی ' چیئرمین صاحب کی رولنگ نہیں مانی گئی' ڈپٹی چیئرمین کی رولنگ نہیں مانی گئی اور ڈپٹی اسپیکر صاحب کی رولنگ نہیں مانی گئی۔ اس پر گو کہ اپوزیشن نے واک آؤٹ بھی کئے احتجاج بھی کیا لیکن شاید اس کو رضائے الٰہی یا رضائے للاری صاحب سمجھ کر سب چپ کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ آج پارلیمنٹ کا وقار' پارلیمنٹ کی sovereignty وہ اتنی بے بس ہے اور پارلیمنٹ کے ارکان آج اتنے بے بس ہیں کہ جب رولنگ نہیں مانی جاتی' پارلیمنٹ کے فیصلے نہیں مانے جاتے تو آج شاید اس پر احتجاج کرنے کے لئے بھی کوئی نہیں سوچتا۔

جناب چیئرمین! صدر صاحب نے اپنی تقریر میں اقتصادی پالیسیوں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور موجودہ حکومت کی جس کارکردگی کو سب سے زیادہ کامیابی قرار دیا ہے وہ privatisation ہے جس کا مطلب ہے عوام کی ملکیت کو فروخت کرنا ہے۔ اب جبکہ عوام کی تمام ملکیت کو اونے پونے فروخت کیا جا چکا ہے اب شاید عوام کو بیچنے کی باری آئی ہے۔ ہم روز سنتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ گوادر بک گیا ہے' کبھی کہتے ہیں کہ کوئی اور جگہ بک گئی ہے۔ اب جب عوام کے پاس کچھ نہیں رہا اور ان کی تمام ملکیت بیچ دی ہے تو اب وہ عوام کو بیچنے کے درپے ہیں۔ اقتصادی پالیسی میں صدر صاحب نے جس چیز کو بہت زیادہ سراہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اس ملک کے عوام کا جینا دو بھر ہو گیا ہے۔ اس ملک میں لوگ عذاب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! پہلے وقتوں میں چار چار سال کے بعد بڑے عرصے کے بعد آٹا' دال' چینی وغیرہ دو پیسے مہنگی ہو جایا کرتی تھی۔ مہنگائی دو چار سالوں کے بعد آتی تھی۔ پھر پچھلے کچھ سالوں سے جب ملک کا بجٹ بنتا تھا تو مہنگائی ہو جایا کرتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ بجٹ بننے والا ہے' بجٹ آنے والا ہے مہنگائی ہو جائے گی۔ اب تو صبح جو چیز آپ نے خریدی' شام کو اس کے وہ نرخ نہیں ہوتے۔ اب آپ کو پتا نہیں کہ صبح آپ نے جس بھاؤ آٹا' دال خریدی شام کو اس بھاؤ پر وہ ملے گی یا نہیں۔ نتیجتاً اس ملک کے عوام کی بے روزگاری کے ہاتھوں اور مہنگائی کے ہاتھوں زندگی عذاب بن کر رہ گئی ہے۔ تقریر میں صدر صاحب نے جو بھی دعوے کئے ہوں لیکن عمل میں یہ ہے کہ ہمارے عوام کی زندگی بالکل اجیرن بن گئی ہے اور سفید

پوش آدمی آج دو وقت کی عزت کی روٹی کمانے کے لئے پریشان ہے اور در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

جناب امن و امان کا مسئلہ۔ اس پر بھی صدر صاحب نے بڑی تفصیلی بات کی ہے اور امن و امان کی صورت حال کو بڑا تسلی بخش قرار دیا ہے۔ جناب چیئرمین! جب میں صبح اٹھتا ہوں تو اخبار اٹھاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ صبح سویرے بغیر ناشتہ کئے ہوئے اخبار پڑھنا torture ہے۔ ذہنی torture ہے کیونکہ جب صبح سویرے آپ اٹھتے ہیں تو آپ کو درجنوں ایسی خبریں نظر آتی ہیں جو کہ آپ کو پریشان کر دینے والی ہوتی ہیں جو کہ انسانی زندگیوں کے متعلق، انسانی عزتوں کے متعلق ہوتی ہیں۔ تو لہذا آج کل صبح سویرے اخبار پڑھنا دل گردے کا کام ہے۔ جناب چیئرمین ملک میں کسی فرقے، کسی طبقے کے کسی شخص، کی جان محفوظ ہے نہ اس کا مال، نہ اس کی عزت، نہ اس کا روزگار، کچھ بھی محفوظ نہیں ہے اور پورے ملک میں یہ روز بروز بدتر ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں پر کل امن و امان تھا آج وہاں پر امن و امان کی صورتحال بگڑ رہی ہے۔ پورے ملک میں کوئی شخص محفوظ نہیں ہے، کوئی طبقہ محفوظ نہیں ہے۔ پہلے ہم سمجھتے تھے کہ یار غریب لوگ مارے جاتے ہیں پچھلے دنوں پیر پگاڑا کے گھر پر راکٹ فائر کر دیا گیا۔ خدا کے فضل سے وہ بچ گئے۔ اسی طرح سے کوئی فرقہ محفوظ نہیں، یہ مسجد محفوظ نہیں ہے۔ شاید امن کی دو جگہیں ہیں مسجد یا پھر سرکار۔ اب تو اس ملک میں دونوں خطرناک ترین جگہیں بن گئی ہیں۔ مسجد جاتے ہوئے بھی آپ ڈرتے ہیں اور اگر سرکار کے قریب جائیں تو بھی آپ کو ڈر لگتا ہے تو امن و امان کی ہمارے ملک میں جناب چیئرمین یہ صورتحال ہے۔

جناب چیئرمین! خارجہ پالیسی پر صدر صاحب نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی جیسے ابھی میرے دوست احسان شاہ صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ ہماری سرے سے کوئی خارجہ پالیسی ہی نہیں ہے، ہم نے کبھی بھی اپنے مفادات کو مدنظر رکھ کر پالیسی بنائی ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے ہر وقت امریکہ اور دوسرے سامراجی ممالک کے مفادات کو مدنظر رکھ کر پالیسی بنائی ہے۔ جناب چیئرمین! پچھلے 15 سال سے بلکہ میں کہوں گا کہ 16 سال سے ہماری حکومت کی پالیسی کا بنیادی نکتہ افغانستان کی تباہی رہا ہے، افغانستان کی بربادی رہا ہے اور اب پچھلے چند مہینوں سے جب افغانستان میں لوگ جنگ سے تنگ آ چکے تھے، عاجز آ چکے تھے، اقوام متحدہ کے نمائندے جناب محمود مستری نے بڑی محنتوں، سے بڑی کاوشوں سے افغانستان کی تمام

پارٹیوں کو، افغانستان کے تمام گروپوں کو، وہاں کے رہنے والوں کو امن کے ایک فارمولے پر راضی کر لیا اور عین اس وقت جب افغانستان میں امن کے فارمولے پر عملدرآمد ہونا تھا تو یہاں سے ہماری حکومت کے کچھ کارندوں نے ایک قافلہ روانہ کیا۔ پتا نہیں اس میں کیا بھرا ہوا تھا، کیا لے جانا چاہتے تھے، کہاں لے جانا چاہتے تھے۔ جب اس قافلے نے قندھار میں پڑاؤ ڈالا تو افغانستان میں ایک نیا فساد شروع ہو گیا اور افغانستان کا وہ امن کا فارمولا جس پر افغانستان کی تمام پارٹیاں، وہاں کے عوام، وہاں کے رہنے والے لوگ متفق تھے اور وہ ان کے امن کی آخری امید تھی، اس فارمولے کو سبوتاژ کیا گیا۔ افغانستان پر ایک نئی خانہ جنگی مسلط کی گئی افغانستان میں جو غیر جانبدار حکومت بننے کے امکانات پہلے 20 فروری کو پیدا ہوئے تھے اس کے بعد 20 مارچ کو ہوئے تھے ان کو سبوتاژ کیا گیا اور افغانستان کو ایک دفعہ پھر ایک لامتناہی خانہ جنگی میں دھکیل دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں ECO Conference یہاں پر ہوئی۔ پچھلے دو چار سال سے ہر وقت ہمارے حکمران اس قوم کو یہ نوید سناتے رہے، یہ خوشخبری دیتے رہے کہ جی بس ہم وسط ایشیا کے ساتھ تجارت شروع کرنے والے ہیں اور وسط ایشیا کے ساتھ ہماری تجارت شروع ہو جائے گی اور پھر وہاں پر ہم اپنے مصلے اور ٹوپیاں اور تولئے بیچیں گے اور ہماری یہ ترقی ہو گی اور وہ ترقی ہو گی۔ اور وسط ایشیا کی ساری تجارت ہمارے راستے، ہمارے ملک کے راستے سے بحر ہند میں ہو گی۔ اس سے ہمارے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ یہاں پر سڑکیں بنیں گی یہاں پر ریلوے لائن بنے گی اور یہاں پر لوگوں کو روزی ملے گا۔ ہمیں رائلٹی ملے گی۔ ٹیکس ملے گا۔ سب کچھ ملے گا لیکن آپ نے دیکھا جناب چیئرمین، کہ پچھلے دنوں جو ECO Conference ہوئی اور اس کے لئے انہوں نے بہانہ یہ بنایا کہ چونکہ افغانستان میں حالات خراب ہیں وہاں پر امن نہیں ہے، وہاں ہم امن قائم کریں گے اور یہاں سے transit راستہ بنائیں گے۔ اس کے لئے انہوں نے طریقہ نکالا جناب چیئرمین! جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ یہاں سے ایک قافلہ روانہ کیا اور کہا کہ اس قافلہ کو وسط ایشیا تک پہنچائیں گے لیکن یہ قافلہ ابھی تک پھنسا ہوا ہے۔ افغانستان کو ہم نے ایک بھیانک خانہ جنگی میں دھکیل دیا ہے۔ وہ تجارت جو ہمارے راستے سے ہونی تھی، اس کے بارے میں آپ کو معلوم ہو گا کہ اس کا فیصلہ ہو گیا ہے کہ یہ اب ترکمانستان، افغانستان اور ایران کے راستے سے ہو گی۔ ہمیں اب اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ ہمارے ملک سے ہو

گی ۔ جناب والا! ہم اپنی قوم کو دو چار سال سے یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ وسط ایشیا کے ساتھ تجارت شروع ہوتے ہی ہمارے دن پھر جائیں گے ۔ لیکن یہ تجارت اب یہاں سے transit نہیں ہو گی بلکہ یہ ایران کے راستے سے ہو گی ۔

جناب والا! ملک کی اس ساری صورت حال میں ' ہمارے صوبے کی جو حالت ہے ' میں اس کے بارے میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں ۔ ہمارے ملک میں الیکشن ہوئے تو اس کے نتیجے میں ایک مرکزی حکومت بنی اور صوبوں میں صوبائی حکومتیں بنیں لیکن بدقسمتی سے مرکزی حکومت کے بننے کے فوراً بعد ان صوبوں میں جہاں پر پیپلز پارٹی کی حکومتیں نہیں تھی ' وہاں صوبائی حکومتوں کے خلاف horse trading اور دھونس و دھاندلی کے ذریعے سازشیں شروع کر دیں ۔ نتیجتاً پشتون خواہ صوبہ میں وہاں کی اکثریتی پارٹی کو horse trading کے ذریعہ سے اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ۔ بلوچستان کی صوبائی حکومت کے بارے میں کوششیں کی جا رہی ہیں کہ اس کو بھی غیر مستحکم کیا جائے ۔ جب وہاں پر horse trading نہ چل سکی تو اس کے بعد انہوں نے ایک اور راستہ نکالا ہے اور یہ راستہ ہے Social Action Board اور پیپلز پروگرام کا ' وہاں پر غیر منتخب افراد کے ذریعہ سے ایک سوشل ایکشن بورڈ قائم کر دیا گیا ہے جس کے بنیادی مقاصد ' basic education اور basic health ہے جو کہ مکمل طور پر صوبائی معاملہ ہے ۔ اب یہ کام سوشل ایکشن بورڈ کے تحت غیر منتخب افراد کے ذریعہ سے کئے جا رہے ہیں ۔ غیر منتخب افراد کو فنڈز دیئے جا رہے ہیں ۔ حالانکہ ان مسائل کو وہاں کی کابینہ کو حل کرنا چاہئیے ' وہاں کی منتخب حکومت کو حل کرنا چاہیئے اور وہاں کے وزیر اعلیٰ کو حل کرنا چاہیئے ۔ یہ سوشل ایکشن بورڈ ' جس کے بارے میں ' میں نے ابھی عرض کیا ہے ' یہ basic health اور basic education کو deal کر رہا ہے جو کہ مکمل طور پر صوبائی مسائل ہیں ۔

جناب والا! اس کے علاوہ وہاں پیپلز پروگرام کا فنڈ ہے جو سینیٹرز اور ایم این اے حضرات کا ہوتا ہے ' جس کے ذریعہ سے وہ اپنے علاقے کے عوام کی بھلائی کے لئے سکیمیں مکمل کرواتے ہیں ' وہ پچھلے دو ' تین سالوں سے منجمد کر دیا گیا ہے اور یہ فنڈ کروڑوں روپوں میں بنتا ہے ۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں صوبائی حکومت کی جو حالت بنا دی گئی ہے ' وہ انتہائی مشکل ہے ۔ اس کو بڑی مشکلات میں ڈال دیا گیا ہے ۔ وہاں پر ایک parallel حکومت بنا دی گئی ہے ۔ وہاں پر Social Action Board کے نام سے ایک نیا بجٹ پیش

کر دیا گیاہے ، ایک نیا مالیاتی ادارہ کھول دیا گیا ہے ۔ جناب والا ! اس طرح سے ایک صوبائی حکومت کو غیر مستحکم کیا جا رہاہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اسے ڈرایا جا رہاہے تو یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا ۔ تاہم یہ ایک چھوٹا سا صوبہ ابھی تک ڈٹا ہوا ہے ۔ ہمارے صوبے کے صوبائی فنڈز رکے ہوئے ہیں ، گیس کی رائلٹی نہیں دی جا رہی ہے ۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ وہاں کی صوبائی حکومت ایک طرح سے paralyse ہو کر رہ گئی ہے ۔

جناب والا ! میں یہاں اپنے صوبے کے ان مسائل کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں ، جن سے وہ دو چار ہے ۔ میری نظر میں اولین مسئلہ بے روزگاری اور ملازمتوں کا ہے ۔ جیسے یہاں پر میرے دوسرے ساتھیوں نے بھی کہا ہے کہ اول تو ہمارا کوٹہ آبادی کی بنیاد پر انتہائی کم رکھا گیاہے لیکن اگر اس حساب سے بھی اسے دیکھا جائے تو مرکز میں ہماری 35 ہزار ملازمتیں بنتی ہیں ۔ یہاں پر جب بھی ہم نے پوائنٹ آف آرڈر اور سوالات کے ذریعہ سے یہ پوچھا ہے کہ ہمارے صوبے کے عوام کو ملازمتیں کیوں نہیں دی جا رہی ہیں اور ہمارے کوٹہ پر عمل درآمد کیوں نہیں کیا جا رہاہے تو اس کا جواب ہمیں دیا جاتاہے کہ پچھلی حکومت نے ایسا کیا تھا ۔ تاہم اب ہماری حکومت ہے ، ہم ذمہ دار ہیں اور آئندہ ایسا نہیں ہوگا ۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ پچھلے چند دنوں میں پانچ سو کے قریب بنک آفیسرز بھرتی کئے گئے ہیں ان میں ہمارے صوبے سے پانچ کا بھی تعلق نہیں ہے ۔ Pakistan Telecommunication Corporation میں سینکڑوں لوگ بھرتی کئے گئے ہیں ، ان کو بھرتی کرکے ہمارے صوبے میں بھیجا گیا ہے لیکن ان میں دو ، تین فیصد لوگ بھی ہمارے صوبے کے رہنے والے نہیں ہیں ۔ اس وقت ہمارے صوبوں کے وہ نوجوان جنہوں نے بڑی مشکل اور محنت سے ڈگریاں حاصل کی ہیں ----

(اس موقع پر عصر کی اذان کی آواز سنائی دی)

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ اکرم شاہ صاحب ! ابھی آپ مزید کتنا وقت لیں گے ؟

سید اکرم شاہ ۔ جناب والا ! ! میں ابھی ختم کرنے والا ہوں ۔ جناب چیئرمین ! میں گزارش کر رہا تھا کہ جیسے ابھی ڈاکٹر عبدالحئی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ کسی بھی وفاقی ادارے کسی بھی وفاقی مالیاتی ادارے اور بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ہمارا کوئی نمائندہ نہیں ہے ، یہ بالکل درست ہے ۔ ڈاکٹر حئی صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارا صوبہ

سے واپڈا میں ایک ممبر لیا گیا تھا ' اسے recommend کیا تھا لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ اسے بھی reject کر دیا گیا ہے ۔ اس وقت ہمارے صوبے کے نوجوان ہزاروں کی تعداد میں در بدر پھر رہے ہیں ۔ اس سلسلے میں ہماری گزارش ہے کہ ہمیں اس کوٹہ کے مطابق جو کہ انہوں نے خود متعین کیا ہے ' اس پر عمل کیا جائے ۔ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ جب سے ہمیں یہ کوٹہ نہیں دیا گیا ہے ' یہ اس وقت سے دیا جائے اور اگر ہم کہتے ہیں کہ اس پر آج سے عمل درآمد ہو تو یہ بھی ہمارے لئے شکر کا مقام ہے۔

جناب والا! آج کے دور میں مواصلات اور رسل و رسائل کی انسانی زندگی میں ' ایک ملک کی ترقی میں اور ایک قوم کی ترقی میں جتنی اہمیت ہے ' اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن چیئرمین صاحب ! آپ یہ سن کر انتہائی حیران ہوں گے کہ ہمارے صوبے میں جتنی سڑکیں بنی ہیں ' جتنی ریلوے لائنیں بنی ہیں ' یہ سب پاکستان بننے سے پہلے کی ہیں ۔ یہ تمام سڑکیں اور ریلوے لائنیں انگریزوں نے بچھائی ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر مزید حیرانی ہوگی اور آپ کو یہ معلوم بھی ہونا چاہیے کہ ملک بننے کے بعد ہم اپنے صوبے میں پانچ سو کلومیٹر ریلوے لائن سے محروم ہو چکے ہیں۔ آج کی دنیا میں لوگ ترقی کے لئے مواصلات کو ترقی دے رہے ہیں ' اس پر کام کر رہے ہیں ' ریلوے لائنیں بچھا رہے ہیں اور سڑکیں بنا رہے ہیں اور ریلوے لائنیں ملک بننے سے پہلے کی ہیں ۔ اور پچھلے چند سالوں میں ہمیں ژوب اور کوئٹہ کے درمیان دو سو دس میل ریلوے لائن سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں ۔ اور ہرنائی اور بوستان تقریباً ایک سو میل ریلوے لائین سے ہمیں ہاتھ دھونے پڑے ۔ژوب کوئٹہ ہائی وے جو کہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے پاس ہے اس کی حالت اس طرح ہے کہ وہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہے ۔ ہمارا مطالبہ تھا کہ کوئٹہ سے ژوب کے راستے اس ریلوے لائین کو پشاور تک بڑھایا جائے ۔ لیکن اس کو بڑھانے کے بجائے اس کو سرے سے ہی بند کردیا گیا ہے ۔ اسی طرح سڑک کے بارے میں کہتے تھے کہ اس ہائی وے کو پشاور' کوئٹہ اور کراچی سے ملایا جائے گا ' کیونکہ یہ ملک میں پشاور سے کراچی تک کا سب سے مختصر ترین فاصلہ ہے ۔ باقی ہماری سڑکیں اور ہماری ریلوے لائنیں بھی اسی طرح ہیں ۔ اس میں مزید کچھ عرض کروں گا لیکن بات لمبی ہو جائے گی۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں ' 1880ء میں سبی اور ہرنائی کے درمیان ریلوے لائن بنی ہے ۔ آج سے ایک سو پندرہ سال پہلے ' لیکن اس پچاس میل کے ٹکڑے میں آج بھی وہاں

سڑک موجود نہیں ۔ یہاں پر اگر کوئی سوال کرے کہ اس سڑک کی کیا اہمیت ہے ۔ تو جناب جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہرنائی وولن مل، پاکستان بننے سے پہلے کی وہاں پر بنی ہوئی تھی ۔ اور جو کہ اب بند کردی گئی ہے ۔ اور جس کی عالمی شہرت تھی ۔ لاکھوں ٹن کوئلہ ہرنائی سے آتا ہے ۔ اور ہزاروں ٹن سبزی سارے ملک کو سپلائی ہوتی ہے ۔ لیکن اس پچاس میل کے ٹکڑے پر سڑک نہ ہونے کی وجہ سے اڑھائی سو میل کا مزید سفر طے کرکے سبی آنا پڑتا ہے ۔ اور نہ صرف ہرنائی کا مسئلہ بلکہ پورا پشتون ایریا..... لورالائی سے سبی کا راستہ براستہ ہرنائی ایک سو دس میل ہے ۔ جبکہ براستہ کوئٹہ دو سو ساٹھ میل ہے ۔ ایک سو پچاس میل ہمیں زیادہ طے کرنا پڑتا ہے ۔ یہ اس کی میں نے ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے ۔

اس کے علاوہ جناب ! ایک مسئلہ جو کہ ہر وقت ہم یہاں پر اٹھاتے ہیں اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں میں بھی اس کو بیان کرتے رہے ہیں ۔ بلکہ لغاری صاحب چونکہ خود بھی زمیندار ہیں ۔ وہ جب بھی وہاں تشریف لائے ہیں ۔ ہم نے ان سے ملاقات میں ایک مسئلے کو بار بار بیان کیا ہے ۔ اور وہ ہے وہاں پر زیر زمین پانی کی سطح ۔ وہاں پر ہزاروں ٹیوب ویلوں کے ذریعے پانی نکالا جارہا ہے ۔ لیکن recharge کا کوئی بندوبست وہاں نہیں ہے ۔ جس کے نتیجے میں ہر سال پانی بیس سے تیس فٹ نیچے جا رہا ہے ۔ ابھی کل کوئی مجھے بتا رہا تھا کہ ماہرین کی یہ رائے ہے کہ دس سال کے بعد اگر وہاں پر کوئی recharge کا بندوبست نہ کیا گیا، تو پورا صوبہ ریگستان بن جائے گا ۔ آج جبکہ وہاں سیب، انار، انگور، اور دنیا میں خدا تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جتنے میٹھے اور اچھے میوے ہیں وہاں پر پیدا ہوتے ہیں لیکن ماہرین کی رپورٹ یہ ہے کہ وہ پانی کی سطح اتنی نیچے چلی جائے گی کہ پھر آپ اوپر سے جتنا پانی دیں وہاں پر کچھ نہیں ہوگا ۔ تو یہ مسئلہ ہم نے وہاں پر لغاری صاحب جب بھی تشریف لائے بار بار اٹھایا وہ زمیندار آدمی ہیں اس کو سمجھتے بھی ہیں ۔ اور یہ مسئلہ صوبائی حکومت کے بس سے باہر کا ہے ۔ اس کے لئے بہت سارے فنڈز چاہئیں بہت زیادہ پیسہ چاہئیے ۔ تاکہ وہاں پر delay action dam بنائے جائیں، وہاں پانی کو ذخیرہ کیا جائے ۔ اور پانی کو زمین میں جذب ہونے دیا جائے ۔

جناب چیئرمین! بجلی کا اس پورے ملک کا ہمیں ایک فیصد ملتا ہے ۔ بارہ ہزار میگا واٹ بجلی پیدا کی

جاتی ہے۔ دو سو تیس میگا واٹ بجلی پورے صوبے کو دی جاتی ہے۔ اور پھر اتنے لمبے چوڑے فاصلے میں اس کی resistance and pressure وغیرہ نکال دیں تو وہ بجلی شاید بہت کم رہ جاتی ہے۔ اور نتیجے میں اب پورے ملک میں توانائی کا بحران ہے۔ بجلی کی کمی ہے۔ لیکن دوسرے مقامات پر جہاں عام طور پر دو گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے ہمارے ہاں چھ گھنٹے ہوتی ہے۔ وولٹیج کی اتنی کمی ہے۔ کہ وہاں پر زمینداروں کو ہر سال کروڑوں روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ وولٹیج کی کمی کی وجہ سے مشینیں جل جاتی ہیں۔ یہ ہمارا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ چونکہ ہمارا صوبہ زرعی صوبہ ہے۔ سارا دارو مدار زراعت پر ہے۔ اور ہمارا سارا پانی ٹیوب ویل کے ذریعے زمین سے نکال کر کاشت کی جاتی ہے۔

تو جناب والا! یہ وہ مسائل تھے جو کہ پورے صوبے کو درپیش ہیں اور پھر اس لئے ہمارے صوبے میں صورتحال بہت خراب ہے۔ تو اس میں میری آپ سے گزارش ہے کہ ہماری یہ مشکلات پیش نظر رکھی جائیں۔ جناب چیئرمین! صدر صاحب کی تقریر کے جو اہم نکات اور باتیں تھیں اس پر میں نے اپنی رائے دے دی ہے۔ اب اس وقت صدر صاحب کی جو حالت ہے سوائے اس کے کہ وہ ثابت کر رہے ہیں کہ میں فاروق احمد خان لغاری صدر پاکستان ہوں اس سے زیادہ ان کی کچھ اہمیت نہیں ہے اور وہ آج کل ہر چیز کو سب اچھا کہہ کر ignore کرتے جا رہے ہیں جس جانبداری سے وہ اس کو کر رہے ہیں یہ ملک کو تباہی کی طرف لے جائے گا دوستوں سے بھی یہ گزارش ہے میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہوش کے ناخن لیں کیونکہ وہ کافی باہوش لوگ ہیں بہر حال ملک کو تباہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ جناب اکرم خان صاحب! آج صبح میرے چیمبر میں قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان موجود تھے اور وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ اتفاق رائے سے کہ آج کا اجلاس ہم prorogue کریں گے اور جو مقرر حضرات صدارتی خطاب پر تقریر کرنے والے ہیں جن کے نام لسٹ پر ہیں وہ اگلے اجلاس میں بات کریں گے کیونکہ موشن اگلے اجلاس میں بھی آئے گا اس پر بالکل موقع دیا جائے گا یہ حکومتی اراکین کا عندیہ ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اس کو اگلے اجلاس میں لائیں گے لہذا

In exercise of the power confered by Clause (3) of Article 54 read with Article 61 of the Constitution of Islamaic Republic of pakistan, hereby prorogue the Senate on the conclusion of its sitting on 21st March, 1995.

[The House then prorogued sine die]

PCPPI—4525(97) Senate—4-11-97—180.